اپریل
2021
بیاد امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ماہنامہ
جہانِ رضا
لاہور
ایڈیٹر: عامر ابراہیم الاشعری
ایک مرگ ناگہانی اور ہے------------- محمد کاشف رضا کے قلم سے
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام احمد رضا-------- ابوطاہر فدا حسین فدا
میں مدینے چلا (سفرنامہ حجاز)------------ حاجی عبدالرزاق تابانی
صاحب ''نزھۃ الخواطر'' کے الزامات کا جائزہ --- محمد رضوان طاہر فریدی
تاریخی خط-------------------- شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن
وضاحت ------------------ غلام مصطفیٰ خاں مسعودی ابنِ علامہ اختر شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ
چیف ایڈیٹر
محمد کاشف رضا
مرکزی مجلس رضا ○ لاہور

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا ترجمان، اخلاقی، ادبی، تمدنی جریدہ

جلد نمبر 28، اپریل 2021، شعبان، 1442ھ، شمارہ 242

○ بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

○ بانی ماہنامہ: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر: محمد کاشف رضا

ایڈیٹر: عامر ابراہیم الاشعری



قیمت فی شمارہ -/50 روپے سالانہ چندہ -/600 روپے

خط وکتابت اور ترسیل زر اور ملنے کا پتا

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

0333-7861895 - 0300-1090045

اداریہ ✍

# ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

ایک فاضل طب نے کرونا وائرس کے تعارف میں لکھا ہے کہ ''جو ہوا کے ذریعہ بلا واسطہ مریض کے تعلق میں آنے سے پھیلتا ہے۔ یہ بیماری بہت تیزی سے وبائی طور پر پھیلتی ہے۔ یہ وائرس کرونا اس لئے کہلاتا ہے کہ اس کی بناوٹ مثل تاج ہوتی ہے۔ یہ مائیکرو خوردبین سے اپنی سائز سے دس ہزار گنا بڑا کر کے دکھایا جا سکتا ہے۔ ایک سوئی کی نوک پر اس وائرس کے دس ہزار اجسام قیام کئے جا سکتے ہیں۔ کرونا وائرس آج کی دریافت نہیں بلکہ جانوروں میں نمونیا پیدا کرنے کا سبب یہی وائرس ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بیماری انسانوں کو چھوت کے طور پر چوپایوں سے لگتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ بیماری ٹورانٹو (کنیڈا) سے پھیلی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بیماری سب سے پہلے چین کے بوچڑ خانہ (گوشت بازار) سے گوشت فروشوں کے ذریعہ پھیلی ہے۔ ابھی دسمبر 2003ء کے آخر اور اوائل جنوری 2004ء میں ایک بار یہ بیماری چین میں بلیوں کے ذریعہ پھیلنے کا شبہ ہونے پر ہزاروں بلیوں کو مار دیا گیا ہے''۔

لمحہ رواں تک دنیا بھر میں یہ اذیت ناک وائرس وبا کی صورت اپنے خون آشام پنجے گاڑ چکا ہے۔ چین، اٹلی، امریکہ، فرانس، سپین اور برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک بھی اسکی ستم گری کی زد پہ ہیں۔ روس نے مگر اس کو کنٹرل کرنے میں حیرت انگیز کارروائی کی جو قابل ستائش ہے۔ جدید میڈیکل سائنس کے پاس اس بلائے جاں کا علاج ویکسین ہے اور یا پھر ''لاک ڈاؤن''۔ گھر تک محدود رہنے اور گفت و

شنید سے اجتناب ،عوامی ہجوم سے دُوری، ہی بچاؤ کا نسخہ شفا تجویز کیا گیا ہے۔ کیونکہ میڈیکل سائنس کے نزدیک اس کے جراثیم و بیکٹیریا ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں یا منتقل ہوکر دوسرے شخص کو بھی اس آفت نا گہانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ہم چونکہ مسلمان ہیں گو کہ برائے نام ہی سہی، ہمارے عقیدہ و فکر میں شفا من جانب اللہ کی صدائے بازگشت ہر دم سنائی دیتی ہے۔لیکن اس کا ہرگز مطلب نہیں کہ علاج وحفاظتی تدابیر کا ہمیں حکم نہیں، اسلام میں صفائی کو نصف ایمان کہا گیا، کھانے سے پہلے کھانے کے بعد، پانچ وقت نماز میں ہاتھ منہ کو دھونا یہ تعلیمات صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہیں۔مگر ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ''بیماری اُڑ کر نہیں لگتی'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑھ کے مرض میں مبتلا مریضوں کے ساتھ کھایا پیا بھی ہے اور آپ کی تابعداری میں صحابہ کرام نے بھی یہ عمل کیا ہے۔علماء کرام نے اس حدیث کی تشریحات میں فرمایا ہے۔

''مطلب جاہلیت کے اس تصور کا رد تھا کہ بیمار سے بیماری تجاوز کر کے (اُڑ کر) تندرست کو لگ جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بیماری اُڑ کر دوسرے کو نہیں لگتی تو آپ کا یہ فرمانا عقل اور جدید سائنسی طب کے مطابق ہے کیونکہ بیماری عرض ہے غیر جاندار ہے اور یہ اُڑ کر نہیں لگتی۔ ہاں جراثیم ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ جراثیم عرض نہیں بلکہ جوہر ہیں جاندار ہیں اور جراثیم کا دوسرے میں منتقل ہونا مشاہدہ ہے اور حدیث کے خلاف نہیں ہے۔لہٰذا جدید سائنس کا جراثیم کی منتقلی کو سبب تسلیم کرنا حدیث اور تعدیہ مرض کی نفی کے خلاف نہیں''

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''اگر انتقالِ جراثیم کو تسلیم کیا جاتا ہے تو طرزِ صحابہ سے

اس کی نفی ہوتی ہے۔ دراصل جراثیم ایک شخص سے دوسرے میں منتقل تو ہوتے ہیں جیسا کہ کرونا کے سلسلے میں دنیا دیکھ رہی ہے۔ لیکن اگر اعتماد وتوکل کے یقین کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوتو یہ اعتماد ویقین ان جراثیم کے لئے اینٹی وائرس یا زبردست اینٹی بائیوٹک کا کام دیتا ہے اور جراثیم کو بے اثر کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ نے جذامی کے ساتھ اختلاط کیا اور محفوظ رہے''

صاحبو! یہ سچ ہے کہ جراثیم فضا میں ہمہ وقت رقص کناں ہوتے ہیں، کرونا کے جراثیم کا کوئی جرثومہ اگر کسی دوسرے کو لگ بھی جائے تو وہ بیماری اس شخص کو لاحق ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی کیونکہ ہر دو صورت میں حکم الٰہی ہی نافذ العمل ہوگا۔ لہٰذا امام احمد رضا بریلوی جو فن طب کے بھی جلیل القدر فاضل تھے، نے لکھا ہے کہ ''ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دُوری بہتر ہے ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا'' غالب نے کہا ہے کہ

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

# نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# اور

# امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

ابوطاہر فدا حسین فداؔ

خالق ارض وسما کی ذات والا صفات کی حمد وثنا کے بعد جس پاک اور برگزیدہ ہستی کی تعریف وتوصیف میں شعرائے کرام رطب اللسان ہیں۔ وہ سرور کائنات سید دو عالم، ہادی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و بابرکات۔ حضور پرنور پر نعت کے گلہائے سدا بہار نچھاور کئے گئے ہیں۔ ان کی مہک تا ابد قائم رہے گی۔ اس میں بڑے بڑے شعراء علمائے کرام اور فضلائے دہر سب ہی شامل ہیں۔ اسلام کے شیدائیوں کے علاوہ ہر مذہب وملت کے ذی شعور حقیقت بین منصف مزاج اور محققین نے بھی نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انمول لعل وجواہر پیش کئے ہیں۔

نعت رسول مقبول کا سلسلہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتا ہے جو عقیدت کے موتی خود دربار نبوی میں حاضر ہو کر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کرتے۔ حضرت حسان بادہ وحدت کے متانے اور شمع رسالت کے پروانے تھے عشق محمدی میں بے خود ہو کر والہانہ انداز میں یہ اشعار دل سے کہہ رہے ہیں۔

ترجمہ:۔ ''دنیا والوں کی آنکھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پرانوار سے بڑھ کر حسین وجمیل چہرہ آج تک نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلیٰ و افضل انسان کسی عورت نے نہیں جنا''۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے مبرا ومنزہ پیدا کئے گئے ہیں گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تخلیق کی اپنے ہاتھوں سے اپنے منشاء کے مطابق تکمیل فرمائی''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت کعب ابن زبیر اور

امام بوصیری، ''رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے آسمان کے درخشندہ ستارے ہیں۔ امام بوصیری کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں قصیدہ فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے۔اس کی شان عظمت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر عقیدہ کے مسلمان علماء صلحا اور فضلاء نے اس قصیدہ کی شرحیں لکھی ہیں۔مشہور شیعی مفکر جسٹس امیر علی نے اپنی مشہور عالم تصنیف ''سپرٹ آف اسلام'' میں اس قصیدہ کے اشعار درج کئے ہیں۔ پاک و ہند کے معروف اہلحدیث عالم مولانا مسعود عالم ندوی قصیدہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ اس کا ہر شعر درد و سوز سے بھرا ہے۔راقم اپنی وہابیت کے باوجود اسے پڑھتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے۔''تبرکا'' دو شعر ہدیہ ناظرین کرام ہیں۔

ترجمہ:۔''اے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دنیا و مافیہا آپ کے دریائے جود و سخا کا ایک قطرہ ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم کا محض ایک حصہ ہے''۔ اے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے سوا وہ کون سی ہستی ہے کہ تمام مصیبتوں اور تکالیف میں اس کی پناہ لے سکوں''۔

فارسی کے شعراء کرام میں سے کوئی قابل ذکر شاعر ایسا نہیں جس نے نعت رسول میں خلوص و عقیدت کے جذبات کا اظہار نہ کیا ہو۔خصوصاً جامی، سعدی، رومی اور قدسی رحمۃ علیہم نے اس میدان میں ایسے ایسے مضامین نکالے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان وجد میں آ کر جھومنے لگ جاتا ہے۔قدسی کی یہ نعت تو عاشقان رسول مقبول کے ورد زباں ہے۔ ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی!
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

برصغیر پاک و ہند میں جوں جوں اسلام کا اثر و نفوذ بڑھتا گیا۔ مقامی شاعری میں نعت ایک مستقل موضوع بنتی رہی اور تقریباً اردو زبان کے ہر چھوٹے بڑے شاعر

نے اپنے اپنے رنگ میں نعت رسول کہی ہے لیکن اس کے ذکر کے لئے طویل دفتر درکار ہے۔اس مختصر مضمون میں صرف رسول پاک کے ایک سچے عاشق مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی پر ہم اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔

نعت گو شعراء میں مولانا کا درجہ بہت بلند ہے وہ ایک جید عالم عظیم مفسر، بے مثل محدث اور فقہ اسلام میں کئی کتابوں کے مصنف تھے لیکن ان سب سے بڑھ کر وہ سچے عاشق رسول تھے۔عالم طفولیت ہی میں مولانا کے دل میں عشق رسول کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ بقول مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی آپ نے چھ سال کی عمر میں عید میلاد کی تقریب پر ایک بہت بڑے اجتماع میں نعت رسول مقبول پڑھی۔زندگی بھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت ومنقبت کے سوا کسی فرد کی مدح نہیں کی اس لئے ان کا اسلوب بیان نرالہ اور منفرد ہے۔خود فرماتے ہیں۔ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

حضرت محدث کچھوچھوی لکھتے ہیں۔

''ایک مرتبہ لکھنو کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطہ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں۔تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔''

اسی طرح جنات افتخار احمد اعظمی لکھتے ہیں کہ

''احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہی طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے۔انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ان کے یہاں تصنع اور تکلف نام کو نہیں بلکہ بے

ساختگی ہے چونکہ رسول پاک ﷺ سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے''۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

**باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار**

اس لئے ہر شاعر جانتا ہے کہ نعت رسول لکھنا کس قدر مشکل کام ہے اور کس قدر احتیاط کا متقاضی ہے۔ دیوانگی و محبت کا اظہار صرف محبوب کے ارشاد فرمائے ہوئے قوانین کے مطابق ہوتا ہے اور مدح رسول میں ہر شاعر ان ہی قوانین کی حدود میں رہ کر مدح سرائی کرتا ہے خود مولانا بھی اس راہ کی دشواریوں سے واقف ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جسے لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر وہ بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے''۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں جب سرکار اقدس ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ عالم ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب حضور نبی اکرم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بیتاب کر دیتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے۔

آپ کے اشعار میں خاص دل کشی پائی جاتی ہے صنعت لفظی کی عمدہ عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ انہوں نے عشق و محبت کے والہانہ جذبات کو اپنے اشعار میں اسی طرح سمویا ہے کہ ایک ایک لفظ گنجینہ معرفت لئے ہوئے دکھائی دیتا ہے مثلاً

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کِھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا!

مولانا ''فنا فی الرسول'' ہیں۔ان کے ہاں سپردگی عشق کی کیفیات سب سے زیادہ ہیں۔جزوی وانکساری انتہا پر ہے۔ان کے اشعار شبنم سے دھلے ہوئے پھولوں کا عطر آگیں خزانہ معلوم ہوتے ہیں اور اکثر اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد زخم جگر کے اندمال کا باعث ہے اور عاشق صادق غم دوراں کی تمام تکالیف اس سے بھول جاتا ہے لکھتے ہیں۔ ؎

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو!
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

''اضطراب، اضطرار اور بے چینی کے عالم'' کو آپ سے بہتر بہت کم شعراء نے باندھا ہے۔ان میں جذب و کیف کا ایک نہایت حسین امتزاج ہوتا ہے۔شوکت الفاظ، معنویت، کیف واثر بھی آپ کے اشعار میں بہت زیادہ ہے۔

مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ جانے کی دعوت دیتے ہوئے جذب و کیف کا عالم اور اشتیاق دید ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

آب زمزم، تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ اب جو خود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

سرور عالم ﷺ کے حضور بہت سے شعراء نے سلام لکھ کر ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ مگر مولانا نے جو سلام لکھا ہے وہ حب رسول اور عشق و سرمستی کا مرقع اور جذب و اثر کی ایک نادر مثال ہے۔ اسی لئے پاک و ہند کی اکثر مساجد میں اس کی گونج آج بھی سنائی دیتی ہے۔ ؎

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

اپنے اشعار میں مولانا آیات قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ بھی ایک اچھوتے انداز میں نظم کرتے ہیں۔ ذیل کے اشعار میں جذبہ دل کی بے ساختگی، الفاظ کی روانی اور کلام کی رعنائی کے ساتھ ایک مشہور حدیث کی تشریح بھی موجود ہے۔

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنیں و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے
وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم مکاں
یہ ہر تن و جان یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لئے

مولانا الفاظ و معانی کے بادشاہ تھے جس لفظ کو چاہتے شعر میں لکھ دیتے اور یہ لفظ نگینہ کی طرح جڑ جاتا۔ اس کی جگہ اگر کوئی دوسرا لفظ لائیں تو کلام پھیکا پڑ جاتا ہے۔

مثلاً

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

مولانا عشق ومحبت کے رسمی راز و نیاز کونظر انداز کر کے حقائق و معارف اسرار الوہیت اور رموز نبوت کے مضامین میں بھی خوب خوب رہے ہیں آپ سچے عاشق رسول بلکہ فنافی الرسول ہیں اس لئے بقول علامہ اقبال ۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آپ کے اشعار میں سوز وگداز حسن ودلنوازی، جذب وشوق اور وارفتگی و بے خودی کی کیفیتیں ہیں کہ سننے والوں پر وجد طاری ہوجاتا ہے اور ہر انسان یہ کہنے میں آپ کا ہمنوا ہوجاتا ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں!
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

# میں مدینے چلا

حاجی عبدالرزاق تابانی (بانی رکن ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)

13/ اپریل 2019ء کی صبح وضو کے 2 رکعت نفل ادا کئے اوراحرام باندھ کرڈرائیورکو سامان دے کرسب سے اجازت چاہی اور ایئرپورٹ کی طرف چل پڑے فلائٹ کا ٹائم رات 9بجکر 50منٹ پاکستانی ٹائم کے مطابق تھا۔اورٹکٹ سعودی ایئرلائن کا تھا۔وہ فلائٹ اِن ٹائم تھی لَبَّیْک اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک کی صداؤں میں فلائٹ نے اُڑان بھری اورسعودی ٹائم کے حساب سے ہم جدہ ایئرپورٹ تقریباً12بجے رات پہنچے پاسپورٹ کی Immigration ہونے کے بعدسامانLuggage کے حصول میں لگ گئے سامان ملا اورٹرالی بڑی مشکل سے سامان لے کر جدہ ایئرپورٹ سے باہرآئے۔کچھ دیرڈھونڈنے پرٹریول ایجنٹ کی دی ہوئی سہولت سے ٹیکسی مل گئی اُس نے ہمیں مکے کے ہوٹل کلاک ٹاور5 اسٹارہوٹل المرواروٹانا پہنچایااورواش روم اوروضو سے فارغ ہوکرہوٹل سے نیچے آئے احرام بندھا ہواتھا۔دیکھا تو پتہ چلا کہ اللہ بڑامہربان ہواہوٹل کا گیٹ باب عبدالعزیز پرکُھلتا ہے جوکہ صرف چندقدم پرحرم سے منسلک ہے اتنی آسانی اورآسائش اس سے پہلے کئی عمرے کئے مُیسّر نہیں آئی ہوٹل اورحرم صرف 5منٹ کی دوری پرتھا۔پیروں میں تکلیف تھی لیکن حرم چندقدموں پرتھا بڑاسکون ہوا۔وھیل چیئر ڈھونڈنے میں کچھ وقت لگا اوراوقاف کی طرف سے وھیل چیئرمل گئی بڑے صاحبزادے نے چیئرپربیت اللہ شریف کے سات چکر بآسانی ایک گھنٹے میں ادا کر لیے درمیان میں عصرکی نمازادا کی اورنیچے صفاء مروہ

پر آ گئے ۔اور درمیانی پٹی سے سعی شروع کر دی ۔اور مغرب کی نماز تک اللہ کے فضل اور سرکارِ دو عالم کے وسیلے اور کرم سے 7 چکر پورے ہوئے ۔ نیچے آ کر حرم ( کعبۃ اللہ ) سے آنکھوں کو ٹھنڈک دی دو رکعت نفل شکرانے کے باب ا براہیم پر ادا کئے ۔

اب مرحلہ حلق کا تھا۔ وہ بھی بہ آسانی 10 ریال دے کر سر مُنڈ وایا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سارے ارکان جو محال نظر آ رہے تھے پورے ہوئے ہوٹل آ کر احرام اُتارا اور کھانے کے لیے ہوٹل تلاش کیا۔ بمشکل انڈہ پراٹھا اور چائے سے گزارہ کیا اور رات کی تھکاوٹ سے چور تھے لمبا سفر عمرے کے 7 چکر اور صفا مروہ کے 7 چکر بڑی ٹھنڈ میں ادا کئے اور نیند آ گئی دوسرے دن صرف کعبۃ اللہ کا بہت ہی قریب سے نظارہ کرتا رہا ٹکٹکی باندھ کر اور وقت نماز کرسی پر ہی ادا کر کے پھر کعبۃ اللہ کے ایک دو چکر لگا کر بیٹھ جاتا اور پھر کرسی پر تھوڑا آرام کر کے 7 چکر پورے کئے اسی طرح 5 راتیں مکّے میں گزاریں آخری دن کچھ دھاگے اور تسبیحاں لے کر اللہ سے رجوع کیا میں تیرے گھر پر یہ مس کر لوں ایک دو چکر کے بعد اللہ نے اپنے حبیب کے طفیل اتنا آسان کر دیا کہ میں پانچ سے دس منٹ کعبے کے غلاف سے چمٹا رہا اور دھاگے اور تسبیحاں غلافِ کعبہ سے مس کرتا رہا دل نہ بھرا تو ایک اجنبی کو وہی دھاگے تسبیح دے کر ہاتھ جوڑ کر التجا کی وہ حضرات کے ہجوم کو چیرتا ہوا آناً فاناً واپس آیا اور مجھے دھاگے اور تسبیح واپس کئے میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اسی دوران ایک تقریباً 6 یا 7 سال کا بچہ آیا اور مجھے تسبیح دے کر طواف کی بھیڑ ہو گیا وہ تسبیح میں نے سنبھال کر رکھی ہے اور دوران سفر اس کی برکات سے مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے بیر روحا تک آسانی ہی آسانی رہی ۔ یہ وہ کنواں ہے جو جنگ کے درمیان صحابہ

کرام نے دریافت کیا۔ چکھا تو پانی کڑوا تھا۔ صحابہ کرام سرکار دو عالم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ پانی ملا کڑوا ہے سرکار ﷺ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ آپ ﷺ نے اُس پانی میں اپنا لعاب دَہَن ڈالا پانی میٹھا اور بہتات کے ساتھ رواں ہوا جو آج تک موجود ہے ہم وہاں کوئی آدھا گھنٹہ رُکے۔ پانی اور کچھ بوتلیں ساتھ لے لی تھیں وہ بھریں اور مدینے پاک کی طرف ٹیکسی رواں دواں ہوئی ڈرائیور پنجاب کے کسی گاؤں کا تھا ہم نے کہا میں کئی مرتبہ آیا ہوں شہدائے بدر کی زیارت نہیں کی وہ بڑی مشکل سے 50 ریال کے عوض مان گیا اور پہلی مرتبہ ہم نے شہدائے بدر کی زیارت کی۔

ڈرائیور سے کہا دوست اتنی محبت کی ہے۔ ابواء بھی دکھا دے وہاں میری اماں آمنہ کا گھر ہے۔ جہاں میری ماں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہیں۔ کہا وہاں جانا محال ہے رات کے اندھیرے میں بغیر اجازت چلے بھی گئے تو روک لیے جائیں گے اور پہاڑی راستہ ریت سے بھرا ہوا ہے۔ ہم نے وہیں سے میری ماں آمنہ رضی اللہ عنہا سے محبت کے اظہار کے لیے درود شریف پڑھا اور دعا مانگی۔ ابواء تو نہ دیکھ سکے مگر میری ماں رضی اللہ عنہا یہ کہہ رہی تھی کہ ہم نے تمہاری حاضری قبول کر لی اور ہم تم سے راضی ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں شکریہ ادا کیا اور ایسا لگا کہ میں ریگستان میں (ابواء) کے مقام پر اپنی ماں کے سامنے ہاتھ باندھ کر التجا کر رہا ہوں اور حاضری قبول ہونے اور اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھنے کی دعا کر رہا تھا۔ جو کہ راضی ہو جانے کی دلیل ہے۔

اب مدینے پاک کی سرزمین قریب آ رہی تھی دل اُچھل رہا تھا۔ خوشی اور خوش بختی پر ناز کر رہا تھا کہ سرکار نے اپنے قریب بلا کر شفقت اور پیار سے نوازا ہوٹل پر پہنچے کپڑے تبدیل کئے اور وضو کیا دو رکعت نماز شکرانہ نفل پڑھی

اور فوراً ہی باب السلام سے داخل ہوکر عطر خاموشی سے چھڑکتے ہوئے اللہ کے محبوب کے سامنے آ گیا درود اور سلام بھیجا۔ برابر ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اُنہیں سلام پیش کیا ذرا سا آگے چلے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں ان کو سلام پیش کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں جان نثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آرام فرما رہے ہیں۔ ذرا ہٹ کر ایک طرف ہولیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک اپنے گھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک آنے کی توفیق دی یہ آپ کا کرم ہی ہے کہ میں آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر عرض کر رہا ہوں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حاضری قبول کرلیں۔ آپ مجھ سے راضی ہوجائیں اور کچھ دے کر بھیجیں خالی ہاتھ نہ بھیجیں۔ مجھے کیسے معلوم ہو کہ آپ مجھ سے راضی ہوگئے ہیں اُس کا صرف اظہار ہی ہوسکتا ہے کیونکہ میں عاجز اور گناہ گار ہوں آپ سے دیدار کا تقاضہ بھی نہیں کرسکتا یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ریاض الجنۃ کا خیال دل میں آیا اور اپنے آپ سے کہا کہ اللہ کے محبوب سے رجوع کی درخواست کردے تجھے ابھی آئے ہوئے سرف ایک گھنٹہ ہوا ہے۔ روضہ انور سے باہر آ کر گُنبد خضرا کے سائے میں مغرب کی نماز ادا کی اور اتنا بڑا سفر مکہ سے مدینے آتے ہوئے بیر روحا اور شہدائے بدر پر حاضری دی بڑی تھکاوٹ تھی۔ پیر میں بہت ورم آ گیا تھا اس کے درد کی طرف توجہ نہ دی۔ دو دن گزر گئے تیسرا دن آیا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ریاض الجنۃ میں حاضری کا سبب بنا دیں ابھی یہ سوچا تھا کہ لوگوں کی دھکم پیل نے مجھے ریاض الجنۃ میں پہنچا دیا روتے ہوئے نفل پڑھے مجھے کرسی نہیں مل رہی تھی ایسے کھڑے نفل نماز کی نیت باندھے درود پاک کا ورد کرتا رہا۔ مجھے پاؤں کی تکلیف تقریباً 10 سال سے ہے۔ میں نے نماز بیٹھ کر دس سال سے

نہیں پڑھی اگر میں گر پڑ کر بیٹھ بھی جاؤں تو دو آدمی اُٹھانے کے لیے چاہئیں مجھے مہروں کی بھی تکلیف ہے۔اس لے کھڑے کھڑے نہ جانے کتنا وقت ریاض الجنۃ میں گزرا۔ پاؤں جواب دے رہے تھے ایسا لگ رہا تھا کہ اب گر جاؤں گا۔ پیشاب نے بھی غلبہ کیا۔ پیشاب ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں روک سکتا لیکن اللہ کے محبوب کا فضل شامل حال تھا کہ میں گھنٹوں کھڑے کھڑے ریاض الجنۃ میں نوافل میں مشغول رہا۔شرطے والوں نے سب کو باہر نکالنا شروع کر دیا میں منبر رسول ﷺ کو تھامے کھڑا رہا ایسا لگتا تھا کہ میں پولیس والوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہوں یا میں اُن کو نظر نہیں آ رہا تھا۔بفضل سرکار ﷺ کے کرم سے لیکن میرے پاؤں جواب دے گئے اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی ریاض الجنۃ سے باہر آیا پھر سرکار ﷺ کے سامنے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرتے ہوئے باب مجیدی سے باہر آیا عشاء کی نماز ادا کی پاؤں جواب دے گئے تھے دل نے کہا ہوٹل جا کر سو یا جائے، پھر کہا سونا تو کراچی جا کر سونا۔ایک بار پھر باب السلام سے داخل ہو کر ابھی سرکار پر درود بھیج رہا تھا اور دونوں رفقاء کو سلام پیش کر کے ذرا سا ہٹا۔آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے قریب میں شرطہ (پولیس والا) کھڑا تھا کہا ریاض الجنۃ جانا ہے میں نے اثبات میں سر ہلا دیا سرکار دو عالم کا فضل ہو گیا تھا شکایت میں عرضی پاس ہو چکی تھی میں تذبذب کی حالت میں اس کے ساتھ ہو لیا جیسے ہی میں گرین مصلّے کی طرف بڑھا منع کر دیا لیکن پیچھے پولیس والا آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ کر ریاض الجنۃ میں کھڑا کر کے چلا گیا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ایک گھنٹے میں دو مرتبہ سرکار نے حاضری قبول کی جبھی تو یہ ممکن ہوا یقین نہیں آ رہا تھا اور میں اپنی قسمت پر ناز کر رہا تھا اور سرکار ﷺ نے اتنا بڑا مرحلہ

اتنا آسان کر دیا۔

بسبب گناہوں کے کتنی بار سرکار ﷺ سے دیدار مانگنے کا ارادہ کیا اور یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ یہ کیا کم ہے کہ ہر سال اپنے قدموں میں بلا کر بٹھاتے ہیں۔عصر کی نماز پڑھ کر جنت البقیع میں حاضری دی میرا عمرے پر جانا کئی سالوں پر محیط ہے اس لیے مجھے معلوم ہے کہ میری ماں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا یہاں تشریف فرما ہیں آپ کے ساتھ حضرت امام حسن،حضرت زین العابدین اور حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔چند قدم کے فاصلے پر حجرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں تھوڑا سا آگے چلیں کچھ اونچائی پر سرکار دو عالم کی ازواج محترمہ میری مائیں تشریف فرما ہیں یہ ترتیب مجھے تقریبا 1970ء کی دھائی میں بتائی گئی تھی میں اس سے آگے کبھی نہیں گیا کیونکہ سارا جنت البقیع صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی آرام گاہ سے بھرا ہے۔ادب اور حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے کبھی آگے نہیں گیا۔اسی طرح مکہ پاک میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روضے پر ہر سال کی طرح اس سال بھی ٹیکسی کی اور جنت المعلٰی پر حاضری کے لیے حاضر ہوا سارے مناظر سامنے آتے رہے یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کو سرکار ﷺ کی لمبی رفاقت کا شرف حاصل ہے۔جنہوں نے جنت کے ٹکڑے پیدا کئے۔بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا،حسن اور حسین جیسے جنت کے وارث پیدا کئے آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں۔عرض کی ماں میری حاضری قبول کر لیں اور آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔

مدینہ پاک میں آخری دو دنوں میں دو بار ریاض الجنۃ میں نفل پڑھنے اور قیام کی سعادت بغیر دھکم پیل کے نصیب ہوئی میں دیکھتا تھا کہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ایک دوسرے پر گر پڑ رہے ہیں لیکن سرکار دو عالم سے رجوع کیا

ہوا تھا۔عرض کر دیا تھا کہ میرے پاؤں سوج گئے ہیں اورزیادہ دیر کھڑا نہیں ہوسکتا۔سرکار ﷺ نے عرضی سن لی مجھے خود پتہ نہیں کہ دوسرے دونوں دفعہ میں کیسے ریاض الجنۃ میں پہنچا اور کافی دیر رہا۔2018ء میں اتنے ہی دن ملے لیکن ریاض الجنۃ میں داخلے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔مدینے پاک کی چند باتیں آپ کے مبارک رسالے کے توسل سے پاکستانی خواتین کو ہاتھ جوڑ کر عرض ہے کہ ہماری مائیں ،بہنیں بہت زیادہ بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ہم کسی سے پوچھتے ہیں آپ ترکی سے ہیں آپ ملائیشا سے ہین لیکن بدنصیبی سے ہمیں اپنی شلوار قمیض پہنی ماؤں کو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ترکی پر انگلینڈ کا پورا غلبہ ہے لیکن وہاں کی زائرات خواتین پورے بدن کو ڈھانپے ہوئے ہوتی ہیں۔صرف منہ کھلا ہوا ہوتا ہے مگر پورا بدن ڈھانپا ہوا ہوتا ہے۔لیکن ہماری ماں،بہن خالی ایک دوگز کے دوپٹے میں منہ تو کیا سینہ بھی کھلا ہوا ہوتا ہے میں کئی سالوں سے یہ دیکھ کر کڑھتا ہوں۔اتنی بے پردگی معافی کے ساتھ جو پاکستان کی ماں،بہنیں کرتی ہیں باقی مسلمان دنیا سے کسی خاتون کی نہیں ہوتی۔

خاص کر میں مدینے میں کام کرنے والے پاکستانی بھائیوں سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ماں، بہنوں کو کم ازکم مکہ، مدینہ پاک میں پردے کا انتظام کروائیں اور ہماری وزارت مذہبی امور سوئی ہوئی ہے اور اس بے پردگی کی طرف کوئی قدم نہیں اُٹھاتا اس سے پاکستان بدنام ہے اور ہر دیکھنے والا کہہ دیتا ہے کہ یہ مستورات (خواتین) پاکستانی ہیں۔صرف بے پردگی کو دیکھ کر۔برائے کرم آواز اُٹھائیں جہاز میں بیٹھنے سے پہلے برقعہ یا بڑی چادر لازمی قرار دیں اور پاکستانی بھائی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے گھر میں رہتے ہیں اپنے اپنے بچیون، بیویون، بہنوں، ماؤں اور رشتے داروں کو عمرے یا حج پر بلاتے ہیں اُن کو

پردے کو پابند بنانے کا شعور بیدار کریں کیونکہ یہ ذمہ داری ان کی بنتی ہے کہ کم از کم خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں پردے کا خاص خیال رکھیں صرف دوپٹے سے کام نہیں چلتا کیونکہ یہ بار بار سرک جاتا ہے۔خدارا اس پر توجہ دیں۔میں نے بارہا اپنی ماں، بہنوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن میرے پاس چند دن ہوتے ہیں میں کتنا سمجھاؤں گا یہ کام تو زائرین عمرہ اور حج پر جانے والوں کا فرض بنتا ہے۔ میں نے پاکستانیوں کے علاوہ کسی کو روضہ رسول ﷺ پر روٹی کھاتے اور گندگی کرتے نہیں دیکھا۔میرا یہ مشاہدہ 40 سال پر محیط ہے۔

مدینہ پاک چھوڑنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔آخری سلام اور اجازت کے لیے رات کو روضہ رسول ﷺ پر پہنچا۔ٹکٹ کنفرم ہوتا ہے ویزہ ختم ہوتا ہے دل نہ چاہتے ہوئے بھی ہاتھ باندھ کر سرکار سے اجازت مانگتا رہا روتا رہا۔کہ اللہ کے حبیب ﷺ میری حاضری قبول کرلیں میں اپنی خوشی سے نہیں جارہا یہ مجبوری ہے۔آپ مجھے سے راضی ہوجائیں اور اگر مجھ سے کوئی غلطی یا عذر ہوگیا ہوتو معاف کردیں آپ رحمت للعالمین ہیں کوئی کوتاہی ہوگئی ہوتو معاف کردیں۔ آپ ﷺ رحیم اور کریم ہیں روضہ پر آنکھیں جمی ہوئی تھی کہ اچانک اوپر کی طرف ایک عبارت پر نظر پڑی کہ ''اے ایمان والو! خبردار اپنی آواز کو میرے محبوب کی آواز سے اونچا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال تلف (ختم) ہوجائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو'' سوچا اللہ کو اپنے محبوب سے کتنا پیار ہے کہہ رہا ہے کہ کچھ پوچھنا ہے تو راعنا نہ کہو بلکہ عرض کرو۔۔ یارسول اللہ ﷺ دوبارہ نظر کیجئے دوبارہ کہیئے۔۔۔

واپس ہوٹل آیا،ٹیکسی آچکی تھی سامان رکھا اور مدینہ ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوگئے۔آب زم زم لیا۔ایئرپورٹ پر بھی آسانی سے ٹرالی مل گئی اور پورٹر کی

ضرورت نہ پڑی سامان بہ آسانی چلا گیا۔

دل پریشان طبیت بوجھل بوجھل مدینہ پاک سے بچھڑنا بڑا قلق اور رنجیدہ ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی جہاز میں سوار ہو گئے۔ دل چاہتا تھا کہ جہاز سے اُتر کر پھر روضۂ پاک پر پہنچوں اور پھر دوبارہ مدینے پاک کی ٹھنڈی ٹھنڈی میٹھی میٹھی ہواؤں میں گم ہو کر گنبد خضراء کو اپنی آنکھوں میں بسا لوں۔ جہاز میں بیٹھے بیٹھے آنکھ بند گئی اور پھر اوپر والا منظر آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا تھا اور روضۂ نبی پاک ﷺ میں پھر سے واپس آ گیا ہوں اور ۴ سرکار سے کہہ رہا ہوں کہ یارسول اللہ ﷺ میری حاضری قبول کر لیں اور آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور جہاز کے جھٹکے کے ساتھ آنکھ کھل گئی۔ کراچی پہنچ کر کئی دنوں تک طبیت بے چین اور پریشان رہی دل کو سمجھایا کہ واپس آنا مجبوری ہے یہ کیا کم ہے کہ مدینے والے کا کرم اور رحمت شامل حال رہا اور زندگی ہوئی تو پھر دیارِ نبی ﷺ پر حاضری ہو گی اور سرکار بلائیں گے۔ کبھی دل کہتا ہے کہ کاش میں سرکار ﷺ کا زمانہ پاتا سرکار ﷺ کی خدمت کرتا، موئے مبارک اور پسینہ مباک کا مالک ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہوتا کہ سرکار اپنا خرقہ تہمد یا جبہ مبارک عطا کرتے اور قبر میں یہی سارے تبرکات میری قبر میں رکھ دیئے جاتے اور میں قبر میں ان تبرکات کے طفیل قبر کے عذاب سے بچ جاتا۔

جب بات مدینے پاک کی چل نکلی ہے تو میں قارئین کو محبت رسول پیار اور شفقت کی کچھ یادداشتیں بیان کرتا چلوں جس سے پڑھنے والے کو حُبّ رسول بڑھے گا۔ یہ شاید 2015ء یا 2016ء کا واقعہ ہے کہ روضۂ پاک پر حاضری دے کر باہر نکلا کھانے کو دل چاہا ایک بندہ پلیٹ میں کچھ لیے کھا رہا تھا دل چاہا کہ اس سے پوچھوں کہ اچانک ایک برقعہ پوش خاتون نے ہاتھ

بڑھا کر ایک پیکٹ مجھے تھمادی پیچھے مڑکر دیکھا تو کوئی جاتے ہوئے نظر آیا۔ یہ یکا یک ہوا۔ ہوٹل گیا اور پیکٹ کھولا دیکھا تو وہی کھانا تھا جس کا دل چاہ رہا تھا آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے کہ سرکار نے ایک ناکارہ غلام کی ایسی مہمانی کی 2017ء میں گروپ کے ساتھ حضور غوث پاک بغداد شریف کی حاضری کے بعد عمرہ کیا اور وطن واپس آ گیا۔ ایک ہفتے کے بعد فون آیا کہ جس گروپ سے آپ گئے تھے اُس کے عمرہ ٹکٹ میں آپ کا نام نکلا ہے ایک دن بعد پھر مدینہ پاک حاضر ہوا۔ کمپنی نے صرف چار دن دیئے تھے پانچویں روز واپس ہونا تھا۔ مدیر کے پاس گیا اور پاسپورٹ مانگا اُس نے کہا کہ آپ کے مکہ سے مدینے واپسی پر اپنا پاسپورٹ واپس لینا تھا اب کم از کم دو تین دن لگیں گے میں نے فوراً کراچی فون کر کے اپنے ٹریولنگ ایجنٹ کو فون کر کے چار روز ٹھہرا لیے۔ پرانا ٹکٹ تحلیل کر کے نیا ٹکٹ بنایا 15000 روپے مزید دیے اور اس طرح سرکار نے 15 دن میں تین بار مہمانی کی اور پیار کیا اور اپنے قدمون میں جگہ دی۔ چاہت کا یہ سماں سمجھ سے بالاتر تھا۔ مدینہ پاک سے واپسی پر دل مغموم تھا مدینہ پاک چھوڑنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا باہر آ کر کہہ رہا تھا سرکارِ مدینہ میری حاضری قبول کر لیں آپ نے حاضری قبول کی ہوگی ان شاء اللہ جبھی بار بار بلا رہے ہیں اور آئندہ بھی بلاتے رہیں گے۔ آمین!

# صاحب ''نزھۃ الخواطر'' کے الزامات کا جائزہ

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں جس پر بہت کچھ لکھا گیا اور ابھی بہت لکھا جانا باقی ہے میں پچھلے دس سال سے مسلسل آپ کی شخصیت کو پڑھ رہا ہوں آپ کو جتنا پڑھتا جاتا ہوں اتنی ہی آپ کی عظمت ومحبت دل میں گھر کرتی جارہی ہے آپ کے مخالفین نے آپ کی شخصیت کو داغ دار کرنے کے لیے ہر غلط حربہ اپنایا اور جھوٹ کا سہارا لیا ہے اس سلسلہ میں صاحب نزھۃ الخواطر نے بھی اپنا حصہ ملایا ہے زیر نظر مقالہ میں صاحب نزھۃ الخواطر کے آپ کی شخصیت پر لگائے گئے اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ان میں کتنی سچائی ہے اس مقالہ میں میں نے تین چیزوں کو مدنظر رکھا ہے۔

۱۔ کوشش کی ہے کہ مقالہ مختصر رہے کیونکہ زیر نظر مقالے میں آپ کی شخصیت کے جتنے بھی پہلو زیر بحث آئے ہیں ان سب پر ہی کسی نہ کسی جہت سے مفصل کام ہو چکا ہے۔

۲۔عام طریقہ رد سے ہٹ کر انتہائی سہل اسلوب اور آسان پیرائے میں گفتگو کی ہے تا کہ عام قاری کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور جگہ جگہ صاحب نزھۃ الخواطر کا رد کرنے اور ذکر کرنے کی بجائے صرف ایک جگہ اس کی عبارات کو ذکر کیا اور اس کے ضمن میں کلام کر کے فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا ہے۔

۳۔اس مقالہ کا ایک ایک لفظ غیر جانبدار ہو کر لکھا ہے یہی وجہ ہے جہاں بھی سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان کا ذکر آیا ہے وہاں بڑے بڑے القابات لگانے کی

بجائے فقط آپ کے نام پر اکتفاء کیا ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہے مقالہ عقیدت میں ڈوب کر لکھا گیا نہیں بلکہ اس کا ایک ایک حرف سچ اور حقیقت پر مبنی ہے۔

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بن نقی علی خان بن رضا علی خان بن کاظم علی خان کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف ہند میں ہوئی۔

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۴۷)

آپ کی ولادت پر رویا صالحہ دیکھے گے اور نیک تعبیرات سامنے آئیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۴۷)

آپ حافظ قرآن، مفسر، محدث، فقہیہ بے بدل، مجتہد فی المسائل، مناظر، شاعر، عظیم مصلح و مدبر، مفکر، مصنف کتب کثیرہ، صوفی، عابدو زاہد، متقی و پرہیزگار، شیخ الاسلام والمسلمین اور مجدد دین وملت تھے سرزمین ہند نے آپ کی مثل کوئی دوسرا نہیں دیکھا، برصغیر میں آپ واحد شخصیت ہیں جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے اتنے کمالات کو جمع کیا جو کسی دوسرے میں نہیں ہیں عقلیں حیران ہیں کہ آپ کی شخصیت کو کس کس جہت سے پڑھا جائے بلا مبالغہ عالم اسلام میں جتنا کام آپ پر ہوا اور صرف ایک صدی میں بالخصوص پچھلی پانچ دہائیوں میں جتنی کتب و رسائل اور مقالات آپ پر لکھے گے کسی دوسری شخصیت پر اتنا کام نہیں ہوا۔

امام احمد رضا خان نے درج ذیل اساتذہ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

والد ماجد رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان

سید شاہ ابوالحسین نوری

مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی

مولانا عبد العلی رامپوری

مولانا احسان حسین صاحب

آپ کی شخصیت کا یہ پہلو بھی حیران کن ہے کہ گنتی کے چند اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور محض فضل خداوندی سے سینکڑوں علوم وفنون پر عبور حاصل کر گئے۔

افتاء کی تربیت آپ نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے لی اور ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو پہلا فتوی لکھا، اسی دن منصب افتاء بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا، جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت اور منصب افتاء پر فائز ہونے کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال دس مہینے اور چار دن تھی۔

(الملفوظ،صفحہ ۶۳)

فراغت کے بعد آپ تدریس، افتاء اور تصنیف کی طرف متوجہ ہوئے ابتداء میں تدریس پر بھرپور توجہ دی دور دراز سے طلباء آپ کے پاس آ کر استفادہ کرتے اور اپنے دامن کو زیور علم سے آراستہ کرتے پھر آپ نے تدریس چھوڑ دی اور فقط تصنیف و تالیف اور فتوی نویسی میں مشغول رہے۔

شرع میں دقت نظر اور وسعت علم کے لیے قوت حافظ اہم کردار ادا کرتا ہے قوت حافظ کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ محدثین سوئے حفظ والے راوی کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی روایات قبول نہیں کرتے اور اگر کوئی راوی معمول سوء حفظ رکھتا ہو تو اس کی حدیث صحیح سے حسن کے مرتبہ میں آ جاتی ہے امام احمد رضا خان کو اللہ تعالٰی نے قوت حافظ کی بے پناہ دولت سے نوازہ تھا آپ کا حافظ غضب کا تھا آپ کی سیرت میں قوت حافظ کے متعلق محیر العقول واقعات ملتے ہیں سینکڑوں عربی عبارات ہر وقت نوک زبان رہتیں، صدیوں پر محیط کتب ذہن نشین تھیں آپ

کی دقت نظر، وسعت علم اور اچھوتے محققانہ انداز پر آپ کی کتب شاہد ہیں بلاشبہ آپ نے سلف کی یاد تازہ کر دی تھی متاخرین میں امام سیوطی کے بعد غضب کا حافظ رکھنے والی اگر کوئی شخصیت تھی تو وہ آپ تھے علامہ کتانی نے المستطرفہ میں محدث جرجانی کے متعلق حافظ ذہبی کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ میں ان کے حافظے سے دنگ رہ گیا ہوں اور مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ حافظے اور علم میں متاخرین کو متقدمین کے مرتبے تک پہنچنے سے ناامید ہو جانا چاہیے''

میں کہتا ہوں حافظ ذہبی اگر امام احمد رضا خان کو دیکھ لیتے تو کبھی بھی یہ بات نہ کہتے۔

مجدد دین وملت امام احمد رضا خان نے اپنے دور میں اٹھنے والے تمام فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آپ نے عقیدہ توحید کے تحفظ اور رد بدعات ومنکرات میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اسلام میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں اگر کسی نے غیر اللہ کو سجدہ بنیت تعظیم کیا تو حرام کا مرتکب ہوا اور اگر بنیت عبادت کیا تو یہ کفر ہے آپ کے دور میں ایک صاحب نے سجدہ تعظیمی کے جواز میں فتوی دیا تو آپ نے اس کے رد میں

'' الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ ''

نامی محققانہ رسالہ لکھ کر ثابت کیا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے۔

جھوٹ ایک ایسی خصلت بد ہے جسے ہر مذہب ہر قوم اور ہر زمانے میں معیوب و ناپسند سمجھا گیا ہے قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر جھوٹ سے بچنے اا ور سچ بولنے کی ترغیب دی ہے جھوٹوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

{ لعنت اللہ علی الکذبین }

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

(پارہ ۳،سورہ آل عمران،آیت ۶۱)

اور جب حضور صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کی صفات کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا ''مومن بزدل اور بخیل تو ہوسکتا ہے مگر جھوٹا ہرگز نہیں ہوسکتا ''

(الموطا امام مالک، باب ماجاء فی الصدق والکذب، رقم الحدیث ۱۸۱۶)

مگر بدبختی دیکھیے کہ خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براھین قاطعہ میں اسی خصلت بد جھوٹ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی تو امام احمد رضا خان نے عقیدہ توحید کے تحفظ اور اللہ تعالیٰ کا اس عیب سے منزہ اور پاک ہونے کو بیان کرنے کے لیے اپنے قلم کو حرکت دی اور

'' سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح ''

نامی کتاب لکھ کر خلیل احمد انبیٹھوی کے موقف کو غلط ثابت کیا اور سینکڑوں عقلی و نقلی دلائل سے واضح کیا کہ صاحب براھین قاطعہ کا امکان کذب کا موقف بدعت و گمراہی ہے قاطع بدعت امام احمد رضا خان نے اپنے اس فتوی میں جس غیرت ایمانی اور جراءت کا مظاہرہ کیا ہے اور خلیل احمد انبیٹھوی کے متعلق جتنے سخت الفاظ میں کلام کیا ہے اسے پڑھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں اس کی یہ گستاخی آپ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

منکرین و معترضین تقدیر الٰہی کے رد میں آپ نے کتب لکھیں، فلاسفہ جو ہر دور میں اسلامی عقائد اور ذات باری تعالیٰ پر اعتراضات کرتے آئے ہیں ان کے رد میں کئی کتب تصنیف کیں، قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے پر آپ نے ''انوار المنان فی توحید القرآن '' بہترین تصنیف لکھی۔

آپ نے اپنے فتوی، اپنی کتب اور اپنے ملفوظات ہر جگہ عقیدہ توحید کا تحفظ کیا ہے بالخصوص ترجمہ قرآن کنزالایمان میں وہ تمام آیات جن کا تعلق ذات باری تعالیٰ

سے تھا ان کا ترجمہ کرتے وقت آپ نے صرف نحوی، ترکیبی اور لسانی محاورات کو ہی سامنے نہیں رکھا بلکہ ذات باری تعالیٰ کی عظمت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے اور ترجمہ اس خوبصورت انداز میں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی عیب کی نسبت نہیں ہوتی جبکہ آپ کے مخالفین وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں ان کے تراجم میں کئی طرح کے سقم اور اعتقادی اور فکری اغلاط پائی جاتی ہیں برصغیر میں یہ پہلا ترجمہ قرآن ہے جس میں عظمت خداوندی اور شان رسالت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے جس کا اعتراف آپ کے مخالفین کو بھی ہے۔

اسے ہندوستان کی بدقسمتی کہیے یا کچھ اور کہ آخری زمانے میں یہاں ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو بظاہر تو عالم، مدرس، مفتی، مصنف، پیر اور نجانے کیا کیا تھے مگر اپنی فکر اور نظریات میں کسی فتنہ سے کم نہ تھے انہوں نے اپنی کتابوں میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں شدید ترین گستاخیاں کی اور ستم بالائے ستم یہ کہ انہیں علمی مباحث کا رنگ دینے کی کوشش کی ان افراد میں سرفہرست

مرزا غلام احمد قادیانی

مولوی اسماعیل دہلوی

مولوی قاسم نانوتوی

مولوی رشید احمد گنگوہی

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی

اور مولوی اشرف علی تھانوی ہیں

یہ لوگ دینی اعتبار سے بڑے منصب پر فائز تھے عوام میں مشہور اور اثر و رسوخ رکھتے تھے اس لیے لوگوں کو ان کے فتنے سے بچانا بہت ضروری تھا اور یہ کام کوئی جید عالم ہی کر سکتا تھا متحدہ ہندوستان کے متعدد علمائے حق میدان میں آئے اور ان کے

باطل نظریات وکفریات کوعوام کے سامنے لاکرحکم شرعی بیان کیا،مرزا غلام احمد قادیانی تو مدعی نبوت بن کرملت اسلامیہ سے خارج ومرتد ہوگیا،مولوی اسماعیل دہلوی کے کفریات پران کے ہم عصر بزرگ مجاہدآزادی ہندعلامہ فضل حق خیرآبادی نے گرفت کی اور حکم شرعی بیان کیااور جب اسماعیل دہلوی کی عبارات فاضل بریلوی امام احمد رضا خان کے سامنے پیش کی گئیں تو کمال احتیاط کے باعث اسماعیل دہلوی کے ستر کفریات لزومی شمار فرما کربھی اس کی تکفیرنہیں کی اورکف لسان فرمایا۔

یہاں یہ بات یادرہے کہ اسماعیل دہلوی پرکفرلزومی کے باوجودامام احمد رضا خان نے کف لسان اس لیےفرمایا کہ کہا جاتا تھا مولوی اسماعیل نے اپنے اقوال کفر سے توبہ کرلی تھی اوراس کومسلمان بھی نہیں کہا کہ اس کی شہرت توبہ کا سبب شرعی نہیں تھا۔

مولوی قاسم نانوتوی جس نے تحذیرالناس میں عقیدہ ختم نبوت کا انکاراس طریقہ پرکیا کہ خاتم النبین کا ایسا معنی بیان کردیا جواس سےقبل پوری امت مسلمہ میں سے کسی نےنہیں کیا تھا اسی تحذیرالناس کی عبارت کو لے کرہی مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی نبوت کیا تھا یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۷۴ء میں آئین پاکستان میں قادیانیوں کوغیرمسلم اقلیت قرار دینے کے لیے پارلیمنٹ میں بحث ہورہی تھی تواس دوران قادیانیوں کوبھی اپنی صفائی میں بولنے کا پورا پورا موقع دیا گیا تو قادیانی ربوہ گروپ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیرالناس پیش کرکے متعلقہ عبارت پڑھی جس پر پارلیمان میں موجودتمام دیوبندی علماء کے سرجھک گئے تھے ایسے میں قائداہلسنت الشاہ امام احمدنورانی نے گرج دارآواز میں کہا

’’ ہم ایسی عبارت کونہیں مانتے اوراس کے قائلین کومسلمان نہیں مانتے ناموس رسالت کےکسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہوسکتی ‘‘

(تذکرہ امام الشاہ احمدنورانی،صفحہ ۱۲۴)

مولوی رشید احمد گنگوہی اپنے فتوی میں امکان کذب کا قائل ہوا اور اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب براھین قاطعہ میں اسی مؤقف پر راضی رہا اور تقریظ لکھی نیز انبیٹھوی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب کی بحث کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں شدید ترین گستاخی کی اور اسی روش کو مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں باقی رکھا تو امام اہلسنت امام احمد رضا خان نے بوجہ شرعی ان افراد پر فتوی کفر صادر کیا اور مسلمانوں کو بتایا کہ یہ مذکورہ بالا چار افراد اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر ہو چکے ہیں ان پر توبہ اور تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے

امام احمد رضا خان نے ان پر حکم کفر لگانے سے پہلے متعدد بار ان سے رابطے کیے، عبارات کے متعلق وضاحت طلب کی، مناظروں کی دعوت دی مگر ان افراد کی طرف سے کبھی کوئی مثبت جواب نہیں آیا اور بالکل خاموشی چھائی رہی، اس معاملہ میں آپ کا سب سے زیادہ رابطہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی سے ہوا، خط وکتابت کرتے رہے، کئی اشتہارات چھپوائے، مناظروں کے لیے تاریخ وجگہ کا انتخاب ہوتا رہا مگر تھانوی صاحب وعدہ کر کے متعلقہ مقام پر نہ پہنچتے، جس کی تمام تر تفصیلات مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی نے

''الانعمات الالھیۃ فی الفتوحات الرضویہ''

میں جمع کر دی ہے امام احمد رضا خان نے مولوی اشرف علی تھانوی کے نام جو آخری مکتوب روانہ کیا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ اقتباسات یہاں نقل کر دیئے جائیں چنانچہ لکھتے ہیں

''آپ (اشرف علی تھانوی) جانتے ہیں اور زمانے پر روشن ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ عزیزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی

گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے ار بحمدہ تعالیٰ ہمیشہ لا جواب ہے

وہ (گنگوہی) اور آپ صراحتا مناظرہ سے استعفاء دے چکے

سوالات گئے جواب نہ ملے رسائل بھیجے داخل ہوئے رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرمادیں

اذ ناب جناب کے افتراء اعظم پر مسلمانوں نے پانسو (۵۰۰) روپے نقد کا اشتہار دیا اور آپ کو رجسٹری بھیجا آپ نہ جواب دے سکے نہ ثبوت۔

الحمدللہ حق تمام جہان پر واضح ہولیا اور ہر عاقل اگرچہ مخالف ہو خوب سمجھ گیا کہ کس نے مناظرہ سے برسوں فرار کیا؟ کس نے ہر بار مقابلہ وجواب سے انکار کیا؟ کون اتنا عاجز آیا کی حیاء وانسانیت کا یکسر پردہ اٹھایا؟

کچھ آگے چل کر آپ نے اشرف علی تھانوی سے دس سوال کیے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ آپ (اشرف علی تھانوی) اور آپ کے اکابر مولوی گنگوہی ونانوتوی نے اللہ ورسول کی شان میں جو گستاخی کی اس کے متعلق آپ مجھ سے مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟

۲۔ کیا آپ (بلا جبر واکراہ) حسام الحرمین وتمہید الایمان وبطش غیب وغیرہ کے سوالات کے تحریری، مہری اور اپنے دستخط کے ساتھ جوابات دیں گئے؟

۳۔ کیا آپ اسی پر اکتفاء کریں گئے یا اپنے اکابر گنگوہی واسماعیل کو سبکدوش کریں گئے؟

۴۔ کیا آپ اپنے ہی اقوال کے ذمہ دار ہیں اور اپنے اکابر گنگوہی، نانوتوی اور دہلوی سے اعلان براءت کرتے ہیں یا ان کے ساتھ ہیں؟

۵۔ کیا آپ نے واقعی اکبر چاند پوری کو اپنا وکیل مطلق ومختار عام مقرر کیا تھا یا وہ خود سے بن بیٹھے؟

۶۔ کیا آپ نے واقعی چاند پوری کو وکیل بنایا اگر نہیں تو ایسے شخص کو خطاب علوم دینیہ دینا کیسا؟

۷۔ سیف النقی کی وضاحت کیجیئے اور جو حرکات آپ کے علماء مناظرین کر رہے ہیں کیا یہ ان کے عجز کامل اور بزدل پن کی دلیل نہیں؟

۸۔ جو آپ کے مناطرین ایسی گھٹیا حرکات کر رہے ہیں کیا کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں؟

۹۔ جو رسالہ آپ کے ادارہ مدرسہ دیوبند سے شائع ہو رہا ہے کیا وہ آپ کی رضا سے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو روکنے کے لیے آپ نے کیا اقدامات کیئے ہیں؟

۱۰۔ شروع دن سے لے کر اب تک جو ہمارے درمیان مباحث و روابط ہوئے کیا سب حق اور درست نہیں ہیں؟ ان میں خلاف واقع کیا ہے؟ اور کون مسلسل مناظرہ کا طالب رہا اور کون بھاگتا رہا؟

اس کے بعد لکھتے ہیں

جناب مولوی تھانوی صاحب یہ دس سوال ہیں........ جناب کو تین دن کی مہلت دی گئی اگر جناب کے نزدیک یہ بھی کم ہے تو بے تکلف فرما دیجیے، آپ جس قدر چاہیں فقیر توسیع کرنے کو حاضر ہے مگر جواب خود دیجیے......... ہاں ہاں آپ سے مطالبہ ہے آپ پر مواخذہ ہے جواب دیجیے اور آپ دیجیے، اپنے قلم وخط سے دیجیے، اپنے مہر ودستخط سے دیجیے ورنہ صاف انکار کر دیجیے عوام کی چپقلش تو جائے۔

(مکتوبات امام احمد رضا خان، صفحہ ۱۱۵)

ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد رضا خان نے ہر ممکن کوشش کی کہ ان کی تکفیر نہ ہو یہ لوگ

اپنی کفریہ عبارات سے توبہ کرلیں، ان کی وضاحت کریں اگر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ کریں مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور نہ چاہتے ہوئے بھی امام احمد رضا خان کو ان کے خلاف حکم کفر بیان کرنا پڑا، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ امام احمد رضا خان نے اکابرین دیوبند کی تکفیر پر مشتمل فتوی کو اس وقت کے 287 عرب وعجم کے ایسے علماء کے سامنے پیش کیا جو اپنے اپنے علاقہ میں معتبر اور جید تھے ان میں سے کسی نے بھی امام احمد رضا خان کے فتوی کی مخالفت نہیں کی بلکہ سب نے حمایت اور تصدیق کی نیز آپ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا، گویا عرب وعجم کے علماء کی تائید و تصدیقات کے بعد اکابرین دیوبند کے کفر پر اجماع امت قائم ہوگیا، علماء عرب وعجم کی تقاریظ وتصدیقات کو حسام الحرمین اور الصورم الھندیہ میں جمع کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔

مقام افسوس ہے کہ بعض ہمارے ہی افراد نے اتحاد امت کے نام پر حسام الحرمین پر قیل وقال شروع کر دیا ہے ان کو معلوم ہونا چاہیے کی عصر رواں میں حسام الحرمین اجماع امت پر ایک تاریخی دستاویز ہے جس میں موجود حکم شرعی کسی مسلک یا فرقے پر نہیں بلکہ مخصوص معین افراد پر ہے اس کو اسی تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے بلاوجہ قیل وقال کر کے اپنی ہی صفوں میں انتشار پھیلانے کا سبب نہ بنیں اس طرح اتحاد امت کے لیے راہ ہموار ہونے والی نہیں بلکہ تقسیم در تقسیم کا عمل ہی نمایاں رہے گا۔

امام احمد رضا خان نے جن افراد کی تکفیر کی ہے ان کے ساتھ نہ تو کوئی ذاتی جھگڑا تھا نہ خاندانی اور نہ سیاسی، وجہ صرف اتنی تھی کہ یہ لوگ عالم ہونے کے باوجود اللہ ورسول کی شان میں گستاخی اور توہین کر بیٹھے اور پھر اس پر ڈٹے رہے ایک دو نہیں مسلسل پندرہ بیس سال تک ان سے روابط کرنے اور توبہ کا مطالبہ کرنے کے باوجود بھی جب انہوں نے توبہ نہ کی تو فاضل بریلوی کو مجبورا اپنے منصب قضاء وافتاء کو پورا کرتے

ہوئے ان کی تکفیر کرنا پڑی، یہی وجہ تھی کہ امام احمد رضا خان نے بڑے درد بھرے انداز میں کہا تھا

'' ہزار ہزار بار حاشا اللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب (یعنی پہلے) ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاشا اللہ مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت صرف محبت وعداوت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب تک ان دشنام دھوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ان کی دشنام (گالی، گستاخی) نہ دیکھی سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا مگر احتیاط ان (فقہاء) کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رب العلمین وسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ '' من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر'' جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

اپنا اور اپنے بھائیوں عوام اہل

اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا لاَ جَرم حکم کفر دیا اور شائع کیا وذالک جزاء الظلمین، اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

(تمہید الایمان، صفحہ ۱۴۲)

علماء دیوبند نے بھی صراحتا یا اشارۃً اِس بات کی وضاحت کی ہے کہ امام احمد رضا خان نے ان پر جو حکم کفر بیان کیا ہے وہ بلکل حق ہے اور جن عبارات پر فاضل بریلوی نے گرفت کی ہے ان کا قاعل قطعا کافر ومرتد ہے جیسا کہ خلیل احمد انبیٹھوی نے المھند اور مرتضی حسن دربھنگی نے اشد العذاب میں صراحت کی ہے بلکہ امام احمد رضا خان کی وفات پر مولوی اشرف علی تھانوی نے تو یہاں تک کہا

'' مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انھیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول کی ہے اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے ''

(امام احمد رضا خان بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، صفحہ ۵)

اسے امام احمد رضا کی کرامت ہی کہیے کہ آپ کے مخالفین سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی نہ تو آپ کی کسی بات کو غلط ثابت کر سکے نہ کوئی جواب دے سکے اور نہ کسی لائن کا رد کر سکے اُلٹا بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے کردار کشی پر اتر آئے، جھوٹ باندھنے لگے اور آپ کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو آپ میں نہ تھیں مخالفین الزام لگاتے ہیں کہ آپ بہت متشدد تھے مگر یہ نہیں بتاتے متشدد کیوں تھے کس سمت تھے؟ اور کس حد تک تھے۔

آپ کے نزدیک کسی سے محبت وعداوت اور تعلق ونفرت کا معیار اللہ ورسول کی محبت تھی بارگاہ الٰہی و بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کی طرف سے کی گئی خفیف سی گستاخی و بے ادبی برداشت نہیں تھی فرماتے تھے

'' بعض احمق سختی کا الزام دیتے ہیں (ان لوگوں کا) اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا تو (جیسے ان کے نزدیک) کوئی بات ہی نہ ہو، نہ وہ سختی ہے نہ بے تہذیبی، نہ کوئی بری بات، اِدھر سے اُن کی اِس ناپاک حرکت پر کافر کہا اور بس سختی و بے تہذیبی سب کچھ ہوگئی، ہاں ہاں اللہ ورسول کی شان میں جو گستاخی کرے گا اسے ضرور کافر کہا جائے گا کسے باشد (چاہے کوئی بھی ہو) اور واللہ کہ میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بیان کرتا ہوں ''

(الملفوظ، صفحہ ۲۴۱)

آپ نے اپنے وارثین، تلامذہ، خلفاء اور عقیدت مندوں کو وصیت کی تھی کہ

'' جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنی توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہوفوراًاس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرہ بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو ''

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۲۴۵)

صاحب نزھۃ الخواطر نے تو حد ہی کر دی ایک مورخ کے منصب و ذمہ داری کو پس پشت ڈال کر فاضل بریلوی کے تعارف میں انتہائی جانبداری اور غیر مناسب رویہ اپنایا ہے اور آپ کی شخصیت پر متعدد الزام لگائے ہیں اور آپ کی سیرت بیان کرنے میں کئی غلطیاں کی ہیں عرب دنیا میں امام احمد رضا خان کے اجلے کردار کو داغ دار کرنے کی یہ جسارت صرف اس لیے تھی کہ امام احمد رضا خان نے وابستگان ندوہ اور ان کی فکر پر زبردست تنقید کی تھی جس کی تاب نہ لاتے ہوئے انہوں نے کردار کشی کا طریقہ اپنایا۔

چنانچہ نزھۃ الخواطر کی بعض عبارات ملاحظہ کریں

1۔ فرغ من تحصیلہ سنۃ ست وثمانین ولہ اربع عشرۃ من عمرہ

2۔ واسند الحدیث فی الحجۃ الاولی...... وذاکر علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقھیۃ والکلامیۃ والف بعض الرسائل اثناء اقامتہ بالحرمین....

3۔ مات لخمس بقین من صفر سنۃ اربع وثلاث مئۃ والف

پہلی عبارت میں امام احمد رضا خان کی تحصیل علم سے فراغت کے وقت عمر چودہ سال بتائی ہے جبکہ درست تیرہ سال دس ماہ چار دن ہے

دوسری میں حجاز مقدس میں قیام کے دوران تصانیف اور علمائے حرمین کے ساتھ علمی گفتگو کے واقعات کو پہلے سفر حج کے ضمن میں بیان کیا حالانکہ یہ واقعات دوسرے

سفر حج کے ہیں

اور تیسری عبارت میں آپ کی تاریخ وفات ۱۳۰۴ھ لکھی ہے جبکہ درست تاریخ وفات ۱۳۴۰ھ ہے

'' کان متشددا فی المسائل الفقھیۃ والکلامیۃ، متوسعا مسارعا فی التکفیر قد حمل لواء التکفیر والتفریق فی الدیار الھندیۃ فی العصر الاخیر وتولی کبرہ واصبح زعیم ھذہ الطائفۃ تنتصر لہ وتنتسب الیہ وتحتج باقوالہ وکان لایتسامح والاتسمح ہا أویل فی کفر من لا یوافقہ علی عقیدتہ وتحقیقہ أومن یری فیہ انحرافا عن مسلکہ ومسلک آباہٗ، شدید المعارضۃ، دائم التعقیب لکل حرکۃ اصلاحیۃ ''

وکان ینتصر للرسوم والبدع الشائعۃ وقد ألف فیھا رسائل مستقلۃ

(نزھۃ الخواطر، الجزالثامن، صفحہ ۱۱۸۱)

قلیل الاعتراف بمعاصریہ ومخالفیہ، شدید العناد والتمسک برأیہ۔

قلیل البضاعۃ فی الحدیث والتفسیر

(ایضا، صفحہ ۱۱۸۲)

ہم نے نزھۃ الخواطر کی جو بعض عبارات نقل کی ہیں ان میں اس کے مؤلف نے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی سیرت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہے۔

۱۔ امام احمد رضا خان متشدد تھے تکفیر کرنے میں جلد باز تھے جو ان کے عقیدہ کی موافقت نہ کرتا اس کی تکفیر کرتے

۲۔ بدعات کو فروغ دینے والے تھے

۳۔ اصلاحی تحریکوں کی مخالفت کرتے تھے

۴۔ اپنے معاصرین ومخالفین کا اعتراف نہیں کرتے تھے

۵۔ تفسیر وحدیث کا سرمایہ کم رکھتے تھے

سابقہ سطور میں کچھ الزامات پر کلام ہو چکا ہے اور بعض پر آگے آئے گا لیکن اس سے پہلے ہم اتنا کہنا چاہیں گئے کہ مؤلف نزھۃ الخواطر مولوی عبدالحی لکھنوی ندوی اور ان کے بیٹے ابوالحسن ندوی نے امام احمد رضا خان کی سیرت کو درست اور مستند ذرائع سے نہیں پڑھا اور آپ کی کتب سے براہ راست آپ کے افکار کا مطالعہ نہیں کیا صرف مخالفین کے پروپگنڈہ اور ان کی باتوں پر ہی اکتفاء کیا ہے یا پھر بصورت دیگر سخت تعصب و بغض کا اظہار کیا ہے۔

امام احمد رضا خان پر تشدد اور معاصرین کا اعتراف نہ کرنے کا الزام لگانے والوں کے لیے میں یہاں صرف دو اقتباس نقل کروں گا عرب کے ایک غیر مقلد عالم شیخ محمد طیب مکی تھے جن کی بعض مسائل کے سلسلہ میں امام احمد رضا خان سے خط و کتابت رہتی تھی باجودیکہ سیدی اعلیٰ حضرت ان کا غیر مقلد ہونا جانتے تھے بلکہ جو مسائل زیر بحث تھے وہ بھی اسی قبیل سے تھے اِن کو ایک خط کے جواب میں ان الفاظ کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

’’ الی الفاضل الکامل الشیخ محمد طیب المکی سددہ اللہ بلقب ملکی اما بعد فانی احمد اللہ الیک سلام علیک ‘‘

( مکتوبات امام احمد رضا خان، صفحہ ۱۳۱ )

اشرف علی تھانوی سے خط و کتابت رہتی تھی چنانچہ حسام الحرمین سے متعلقہ بغرض مناظرہ ان کو لکھے گئے ایک خط کی ابتداء فاضل بریلوی نے ان الفاظ کے ساتھ کی ہے

’’ وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، السلام علیٰ من اتبع الھدےٰ ‘‘

(ایضا، صفحہ ۱۲۹)

ایسے لوگوں کے سروں میں خاک ڈالنے کو دل کرتا ہے جن کی آنکھوں میں تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے کیا ستم ظریفی ہے کہ جس شخص نے ساری زندگی رد بدعات و منکرات میں گزاری آج مخالفین اسی کو حامی بدعت قرار دے رہے ہیں آپ کی کردار کشی کرنے والے جب اپنے گریبان میں جھانکتے ہوں گئے شرمندہ تو ضرور ہوتے ہوں گئے یہ الگ بات کہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔

امام احمد رضا خان کے دور میں مسلمانوں کے افعال و معمولات میں جتنی بدعات، منکرات، خرافات اور غلط وغیر شرعی رسم ورواج شامل ہو چکے تھے آپ نے جہاد بالقلم کے ذریعہ سب کو مٹانے کی سعی کی، پیری و مریدی میں بھی بہت سے غیر شرعی معمولات داخل ہو چکے تھے مثلاً بعض عورتیں اپنے پیر سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور پیر بھی ان کو منع نہیں کرتے تھے تو آپ نے غیر محرم عورت کا اپنے پیر سے پردہ بھی فرض قرار دیا، فرماتے ہیں پردہ کے باب میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۲، صفحہ ۲۰۵)

کچھ بے عمل صوفیاء نے شریعت و طریقت میں تفریق کرنی چاہی تا کہ ان کو کھل کر بدعملی کا موقع مل سکے تو آپ نے ان کے رد میں ایک رسالہ '' مقال عرفا ''تحریر فرمایا جس میں ثابت کیا کہ شریعت اور طریقت دونوں ایک ہی ہیں بلکہ طریقت شریعت کے تابع ہے لکھتے ہیں۔

''شریعت جسم و جان اور روح و قلب اور تمام علوم الہیہ اور لامتناہی معارف سب کی جامع ہے ان مذکورہ تمام چیزوں میں سے طریقت و معرفت محض ایک ٹکڑے کا نام ہے اور اسی وجہ سے تمام اولیاء کرام کے قطعی اجماع سے فرض ہے کہ تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر پیش کیا جائے اگر وہ حقائق شریعت کے مطابق ہوں تو حق اور قابل قبول ہیں ورنہ مردود و رسوا ہیں ''

(شریعت وطریقت تسہیل مقال عرفا،صفحہ ۳)

عورتوں کوزیارت قبوراورمزارات پرجانے سے منع کیااوراس پرایک حدیث نقل کی کہ

'' لعن اللہ زوارات القبور ''

''اللہ کی لعنت ان عورتوں پرکہ زیارت قبوربکثرت کریں ''

البتہ عورتوں کے لیے سرکارنامدارصلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری کو مستثنیٰ قراردیافرماتے ہیں۔

''حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہےاس سے نہ روکیں گئےاورتعدیل ادب سکھائیں گئے''

(فتاوی افریقہ،صفحہ ٦٧)

آپ سے ایک سوال ہوافرضی مزار بناکراس کےساتھ اصل مزارکا سامعاملہ کرنا کیسا؟توجواب میں ارشادفرمایا

'' فرضی مزاربنانااوراس کےساتھ اصل سامعاملہ کرناناجائزوبدعت ہے ''

(فتاوی رضویہ،جلد۹،صفحہ ۴۲۵)

قبروں پرچراغاں کے بارےسوال کیاگیاتوفرمایا

'' قبروں کی طرف شمعیں لےجانابدعت اورمال کاضائع کرناہے ''

(ایضا،صفحہ ۴۹۰)

اس کےبعدفرماتے ہیں

''یہ سب اس صورت میں ہے کہ فائدہ سے بالکل خالی ہواوراگرشمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہوکہ موضع قبورمیں مسجد ہے یاقبورسرراہ ہیں یاوہاں کوئی شخص بیٹھا

ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں
... تو یہ ادھر جائز ہے ''
(ایضا، صفحہ ۴۹۰)

قبر پر چادر چڑھانے کے متعلق فرماتے ہیں
''جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں ''
(احکام شریعت، صفحہ ۸۷)

الغرض آپ نے اپنے دور میں مروج ہر بدعت کے خلاف جہاد کیا اور متروک سنتوں کو زندہ کرنے میں جن جاں گسل حالات کا سامنا کیا وہ آپ ہی کا خاصہ تھا لیکن اگر آج بعض جاہل افراد منکرات میں مبتلا نظر آئیں تو مخالفین اس کا الزام زبردستی امام احمد رضا خان کو دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ جہلاء کے ذاتی افعال کا امام احمد رضا خان یا آپ کے مسلک، مسلک حق اہل سنت سے کوئی لینا دینا نہیں اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں فاضل بریلوی نہیں۔

اسے لوگوں کی تاریخ سے عدم واقفیت کہیے یا دغا بازی کہ ان کے نزدیک مفسر وہ ہی ہے جس نے قرآن مجید کی باقاعدہ کوئی تفسیر لکھی ہو، تاریخ کے کتنے ہی ایسے نابغہ عصر مفسر گزرے ہیں جو فن تفسیر میں امامت کے درجہ پر فائز تھے قرآن مجید کی تفسیر کرنے پر آتے تو ایک ہی آیت کی تفسیر میں کئی کئی گھنٹے یا کئی کئی دن خطاب فرما دیتے مگر انہوں نے اپنے پیچھے کوئی تفسیر یادگار نہیں چھوڑی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا لقب ہی مفسر قرآن تھا پھر بھی انہوں نے کوئی تفسیر نہیں لکھی اگرچہ آپ سے مروی تفسیری اقوال کو تفسیر ابن عباس کے نام سے جمع کر دیا گیا ہے اگر ہم امام احمد رضا خان

کی شخصیت کا جائزہ لیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ کی غالب مشغولیت فن افتاء میں تھی جس کی وجہ سے دیگر فنون بالخصوص فن تفسیر کی طرف مستقل متوجہ نہ ہوئے مگر اس فن میں جو تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں ان کا قاری پہلی ہی نظر میں یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام احمد رضا خان اس فن میں بھی امامت کے درجہ پر فائز تھے آپ نے علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی کے عرس میں سورہ والضحیٰ کی تفسیر میں مسلسل چھ گھنٹے خطاب فرمایا اور بعد میں فرمایا میں نے اس سورہ کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو ۸۰ جز تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن کی تفسیر لکھ سکوں۔

(ماہنامہ معارف رضا، شمارہ ۱۹، صفحہ ۲۴)

امام احمد رضا خان کی معلوم کتب کی فہرست میں تفسیر سے متعلق ۱۹ کتب کے اسماء ملتے ہیں ان میں صرف

''الزلال الانقی'' کا مطالعہ کرنے والا فاضل بریلوی کے علم تفسیر میں تبحر پر عش عش کر اٹھتا ہے علامہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب نے فتاوی رضویہ سے ماخوذ تفسیری مواد کو اکٹھا کیا تو اس کی تین ضخیم مجلدات تیار ہو گئیں صرف جلد اول ۱۷۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

بلا مبالغہ امام احمد رضا خان اپنے وقت کے امام المحدثین اور امیر المومنین فی الحدیث کے منصب پر فائز تھے موافق ومخالف کسی بھی گروہ میں آپ کے زمانے سے لے کر آج تک اس فن میں بھی کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں ہوا، جو شخص آپ کو فقہیہ مانتا ہے مگر فن حدیث میں آپ کی مہارت کا منکر ہے گویا وہ آپ کو فقہیہ ہی نہیں مانتا کیونکہ آپ نے اپنے فتاوی کو علم حدیث کے موتیوں سے مزین کیا ہے۔

علم حدیث سے شغف رکھنے والا جب فن حدیث میں امام احمد رضا خان کی

تحقیقات وتصنیفات پرنظر ڈالتا ہے تو حیران وششدر رہ جاتا ہے کہ اس فن میں بھی آپ کی کمال دسترس حاصل تھی علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں علم حدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اُن کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے آپ کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور رایوں کے بارے دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا۔

(مقالات یوم رضا، 1، صفحہ ۴۱)

آپ نے اپنے زیر مطالعہ حدیث کی پچاس سے زائد کتابوں کا ذکر کیا ہے

(اظہار الحق الجلی، صفحہ ۴۰)

ڈاکٹر حامد علی علیمی لکھتے ہیں آپ کی کتب وتصانیف کے مطالعہ سے علوم حدیث میں آپ کی یہ انفرادیت نظر آتی ہے کہ آپ اکثر تخریج کرتے ہوئے استکثار مراجع پر نظر رکھتے ہیں متن حدیث کی تصحیح وتحسین وتضعیف بیان کرتے ہیں جسے آج کے دور میں اصول تحقیق وتنقیح کا لازمی عنصر قرار دیا جارہا ہے آپ جہاں تحقیق کے وقت استکثار مراجع کا لحاظ رکھتے ہیں وہیں متون روایات میں واقع کلمات مختلفہ کی طرف اشارہ بھی کردیتے ہیں تاکہ قاری کو یہ وہم نہ ہو کہ تمام روایات میں الفاظ ایک جیسے ہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ اسانید میں مختلف رواۃ کا ذکر ضرور کردیتے ہیں خصوصا حضرات صحابہ کرام کے ساتھ اسماء میں یہ اہتمام ضرور کرتے ہیں۔

(ماہنامہ جہان رضا، شمارہ ۱۲۳، صفحہ ۱۷)

حدیث اور اس کے متعلق علوم پر شروح وحواشی سمیت آپ کی کتب کی تعداد

چالیس کے قریب ہے جن میں بہت ساری طبع ہو چکی ہیں مولوی رحمان علی خلیفہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی، آپ کی کتاب "الروض البہیج فی آداب التخریج" کے متعلق فرماتے ہیں اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں

(تذکرہ علمائے ہند (مترجم) صفحہ ۱۱۳)

علماء نے امام احمد رضا خان کی کتب سے احادیث لے کر اب تک چار ضخیم مجموعے مرتب کر دیئے ہیں ان میں پہلا محدث بہار علامہ ظفر الدین بہاری کا ہے جسے انہوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر مدون کیا ہے جو چھ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے جس کی جلد ثانی پاک و ہند دونوں جگہوں سے شائع ہو چکی ہے جس میں ۱۹۲۸۷ احادیث ہیں اس طرح اندازہ ہے کہ یہ مجموعہ کوئی پچاس ہزار احادیث کے لگ بھگ ہوگا۔

مولانا محمد عیسی رضوی نے فتاوی رضویہ سے ماخوذ احادیث کو "امام احمد رضا اور علم حدیث" کے نام سے مرتب کر کے تین جلدوں میں شائع کروایا۔

علامہ محمد حنیف رضوی نے فاضل بریلوی کی کتب سے احادیث لے کر "جامع الاحادیث" کے نام سے دس ضخیم جلدوں میں مجموعہ ترتیب دیا یہ بھی مطبوعہ ہے۔

علامہ فیض احمد اویسی نے "الاحادیث السنیہ فی الفتاوی الرضویہ" کے نام سے دس مجلدات میں مرتب کیا۔

امام احمد رضا خان کے ہم عصر علماء نے آپ کی علم حدیث میں وسعت وبصیرت کا برملا اعتراف کیا، حافظ کتب شیخ اسمعیل مکی نے

"شیخ المحدثین علی الاطلاق"

کے الفاظ سے یاد کیا

شیخ حمدان الوینسی القسنطینی نے

'' الامام الشہیر المفسر المحدث ''

جیسے الفاظ سے یاد کیا۔

(الدولۃ المکیۃ، صفحہ ۱۷۲)

جبکہ شیخ یسین احمد الخیاری لکھتے ہیں

'' امام المحدثین ''

(ایضا، صفحہ ۲۰۹)

معلوم تاریخ رجال ہند میں آپ واحد محدث ہیں جن سے علمائے عرب نے سب سے زیادہ سند احادیث کی اجازات حاصل کیں آپ نے علماء عرب کو جو سندیں جاری کیں وہ کچھ زبانی تھیں اور کچھ تحریری چنانچہ بعض تحریری سندوں کو '' الاجازات المتنیۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ '' کے نام سے شائع بھی کیا گیا ہے یہ تمام شواہد ان کے منہ پر طمانچہ ہیں جو امام احمد رضا خان کے متعلق ''قلیل البضاعۃ فی الحدیث والتفسیر '' کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا خان فقہ میں بڑے بلند مقام کے حامل تھے آپ مجتہد فی المسائل الحنفیہ کے منصب پر فائز تھے برصغیر میں آپ کی مثل کوئی دوسرا فقیہہ پیدا نہیں ہوا عالم اسلام کی ان چند شخصیات میں سے ایک تھے جن کے قلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر لغزش سے محفوظ رکھا ہے صرف اپنے ہی نہیں مخالفین نے بھی آپ کی فقہات کو تسلیم کیا اور آپ کی کتب سے استفادہ کیا ہے میاں ابوالحسن علی ندوی نزھۃ الخواطر میں آپ کا زہریلا تعارف پیش کرنے کے باوجود یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے

'' یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ ''

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی رکھنے میں ان کے زمانے میں کوئی ان کی مثل نہیں تھا۔

(نزھۃ الخواطر، جزالثامن، صفحہ ۱۱۸۲)

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے آپ کی علمیت، فقاہت اور قوت فیصلہ کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال فرمایا

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا میں نے ان کے فتاوی سے یہ رائے قائم کی ہے اور اُن کے فتاوی اُن کی ذہانت، فطانت اور جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے''

(سرتاج الفقہاء، صفحہ ۱۳)

فقہ کی جزئیات اور موضوع سے متعلقہ دلائل ہر وقت نوک زبان رہتے تھے کہنے والے نے خوب کہا ہے کہ آپ کے فتاوی اور تصانیف میں کثرت دلائل سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چودہ سو سالہ پرانی کتابیں حفظ تھیں، ہند میں سب سے زیادہ استفتاء آپ ہی کے پاس آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ سو استفتاء بھی جمع ہو جایا کرتے تھے۔

امام احمد رضا خان صرف فتوی ہی نہیں دیتے تھے بلکہ سائل کو ترغیب و ترہیب، تنبیہ اور مفید مشوروں سے بھی نوازتے تھے آپ سے فتوی طلب کرنے والوں میں عام عوام ہی نہیں بلکہ وقت کے جید علماء بھی شامل ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات آپ اپنے فتاوی میں بڑی تفصیلی دقیق بحثیں بھی کرتے ہیں جو عام ذہنوں میں نہیں اترتیں آپ سے فتاوی لینے والوں میں علماء عرب بھی شامل ہیں ''کفل الفقیہ الفاہم''انہی فتاوی کی روشنی میں منظر عام پر آئی اس جہت سے دیکھا جائے تو امام احمد رضا خان علمائے عرب کے لیے مفتی و مرجع کی حثیت سے نظر آتے ہیں جو ایک استثنائی بات ہے۔

امام احمد رضا خان فقیہہ ناقل نہیں بلکہ مجتہد فی المسائل اور محقق کے طور پر سامنے آئے ہیں جس پر آپ کی تصانیف وفتاوی شاہد ہیں فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی نے فرمایا

'' اگر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت پہلے زمانے میں ہوتے تو اپنے بلند پایہ فقہی مقام کے باعث مجتہد تسلیم کیے جاتے ''

(ماہنامہ معارف رضا، شمارہ ۲۵، صفحہ ۲۶۹)

امام احمد رضا خان نے کثیر مسائل میں ایسی نادر تحقیقات پیش کی ہیں کہ علماء انہیں دیکھ کر انگشت بدنداں اور حیران وششدر ہیں متقدمین فقہاء کی فقہی تحقیقات کے نادر واقعات کو پڑھ کر بعض افراد اسے مبالغہ آرائی میں شمار کرتے تھے مگر فاضل بریلوی کی تحقیقات کو دیکھ کر ان کے اذہان سے تمام وسوسے دور ہو چکے ہیں علامہ ابن عابدین کو خاتم المحققین کہا جاتا ہے مگر اب یہ لقب آپ پر صادق آتا ہے تحریک پاکستان کے سرگرم رہنما مفسر پاکستان مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں

'' ایک بار سیدنا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ فقہ مجھے علامہ ابن عابدین سے حاصل ہوئی تو ہم نے اسے تواضع پر محمول کیا اس لیے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت کی تحقیقات عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلندتر ہیں ''

(حیات صدر الافاضل، صفحہ ۲۷۶)

جبکہ عارف باالله مدرس مسجد حرم وشافعی عالم محمد مختار بن عطارد نے بھی آپ کو '' خاتمۃ المحققین'' لکھا ہے۔

(الدولۃ المکیۃ، صفحہ ۱۶۶)

ایسے کثیر مسائل جن میں فقہاء متقدمین ومتاخرین نے سکوت کیا تھا امام احمد رضا خان نے ان کو احسن منہج پر واضح کیا چنانچہ یہ مسئلہ کہ قرآن مجید افضل ہے یا نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم؟ جس کے متعلق علامہ ابن عابدین نے بھی توقف کیا اِس پر امام احمد رضا خان فرماتے ہیں

''لا حاجۃ الی الوقف والمسأئلۃ واضحۃ الحکم عندی بتوفیق اللہ تعالیٰ، فان القرآن ان أرید بہ المصحف۔ أعنی: القرطاس والمداد فلا شک أنہ حادث وکل حادث مخلوق، وکل مخلوق فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم أفضل منہ، وان أرید بہ کلام اللہ تعالیٰ الذی ھو صفتہ فلا شک أن صفاتہ تعالیٰ أفضل من جمیع المخلوقات، وکیف یساوی غیرہ ما لیس بغیرہ تعالیٰ ذکرہ وبہ یکون التوفیق بین القولین ''

توقف کی حاجت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میرے نزدیک مسئلہ واضح ہے کیونکہ اگر قرآن سے مراد مصحف ہے یعنی کاغذ اور سیاہی تو کوئی شک نہیں کہ یہ حادث ہے اور ہر حادث مخلوق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق سے افضل ہیں اور اگر قرآن سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق سے افضل ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کا غیر ہے وہ اس صفت کے برابر کیسے ہوسکتی ہے جو اس کا غیر نہیں ہے اس کلام سے ہر دو قولوں کے درمیان تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔

(جدالممتار، جلد اول، صفحہ ۵۲۱)

تاریخی لحاظ سے امام احمد رضا خان کا دور بڑی اہمیت کا حامل ہے اس دور میں کئی سیاسی تحریکیں اٹھیں جن میں تحریک خلافت، ترک موالات اور تحریک گاؤکشی قابل ذکر ہیں عملی طور پر امام احمد رضا خان سیاست سے الگ تھے مگر ان تحریکوں کے عوامل، اتار چڑھاؤ اور فوائد ومضمرات پر گہری نگاہ رکھتے تھے اور اپنی فکر وقلم کے ذریعہ مسلمانوں کی درست سمت رہنمائی فرماتے رہے ان تحریکوں پر امام احمد رضا خان کے نکات کا بڑا گہرا اثر رہا، تحریک خلافت کے حوالہ سے بعض افراد کو امام احمد رضا خان کے افکار سمجھنے میں سخت غلط فہمی ہوئی ہے فاضل بریلوی کا سلطان ترکی اور سلطنت

ترکیہ کی حمایت و تائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ سلطان کو خلیفۃ المسلمین کہنے اور سلطنت کو خلافت کا نام

دینے سے انکار تھا کیونکہ اسلام میں خلیفہ کے لیے جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ترکی سلطان ان شرائط پر پورا نہیں اتر تا تھا اس پر آپ نے

'' دوام العیش فی آئمہ من القریش ''

نامی رسالہ بھی لکھا، ڈاکٹر اوشا سانیال اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں اِس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتی ہیں

''علماء اور مغربی تعلیم یافتوں پر مسلم قیادت جس ڈھنگ سے ترکوں کی مدد کے سلسلے میں کام کر رہی تھی مولانا بریلوی اس کے سخت ناقد تھے ان کی نظر میں یہ لوگ لغو سر گرمیوں میں بے تحاشہ روپے خرچ کر رہے تھے۔

اس سے آگئے فاضل بریلوی کے فتوی کا ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ '' وہاں (ترکی میں) مسلمانوں پر یہ کچھ (مصیبت) گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے وہی رنگ وہی تھیٹر وہی امنگ وہی تماشے بازیاں وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں ایک بات کی بھی کمی نہیں ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار روپے دیئے اور مظلوم اسلام کی مدد کے لیے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں اور جو اصلی کاروائی ہو رہی ہے زمین کی تہہ میں ہے

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، (مترجم) صفحہ ۳۰۷)

تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت بھی مذکورہ بالا تحریک کی ایک شاخ تھی ان تحریکوں کی بنیاد

ہندو مسلم اتحاد پر تھی اور سرپرستی مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں تھی بہت سے مسلم علماء، سیاسی مفکرین اور سیاسی رہنما گاندھی کی چالوں میں آگئے تھے جذبات میں بہہ کر

مسلمانوں نے جو خلاف شرع امور سر انجام دیئے انہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے امام احمد رضا خان نے تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کی جم کر مخالفت کی، ان کے نزدیک ترک موالات اور ہجرت سے مسلمانوں کو مالی، سیاسی اور دینی ہر لحاظ سے نقصان ہوگا مگر کانگریسی علماء اور سیاسی رہنماؤں نے ایک نہ سنی اور وقت نے امام احمد رضا خان کی سیاسی بصیرت کو سچ کر دکھایا، ان تحریکوں کی وجہ سے مسلمانوں کو جو سیاسی نقصان پہنچا اور مؤرخین نے اِس کا جو نقشہ کھینچا ہے اسے پڑھنے کے لیے پتھر کا دل چاہیے درد ملت رکھنے والے کسی فرد کے بس کی بات نہیں، ان تحریکوں کے متعلق ڈاکٹر اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کا مؤقف بھی وہی تھا جو امام احمد رضا خان کا تھا ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب کی بحث بھی اسی سیاسی پس منظر میں سامنے آئی تھی امام احمد رضا خان کے نزدیک ہندوستان دارالاسلام تھا اس لیے وہ ہجرت کے قائل نہیں تھے جس پر انہوں نے ایک رسالہ '' اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام '' بھی لکھا مولوی اشرف علی تھانوی بھی یہی مؤقف رکھتے تھے جس پر انہوں نے بھی ''تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الھندوستان '' نامی رسالہ لکھا، اور گاؤ کشی کے متعلق فاضل بریلوی نے فرمایا ''قربانی گاؤ کہ بیشک شعائر اسلام ہے اور جب تک ہندو ہندوستان میں ہیں اس کا باقی رکھنا واجب ہے ''

ان مذکورہ بالا تحریکوں کے سیاسی پس منظر، اتار چڑھاؤ اور ان کے متعلق امام احمد رضا خان کے مؤقف کو تفصیلی سمجھنے کے لیے ڈاکٹر اوشا سانیال کا مقالہ پی ایچ ڈی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب ''فاضل بریلوی اور ترک موالات '' گناہ بے گناہی ''اور سردار محمد اکرم بٹر کی ''امام احمد رضا اور ملی تحریکات '' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

امام احمد رضا خان صرف مفسر، محدث، فقیہہ یا مدبر و مصلح ہی نہ تھے بلکہ متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد، عظیم صوفی اور بڑی شان والے بزرگ تھے پیر سید آل رسول

مارہروی کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا اور جس دن بیعت ہوئے اسی دن تمام سلسلوں میں اجازات وخلافت سے نوازے گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۵۹)

جب پہلی بار حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور کافی دیر آپ کی پیشانی کو پکڑے رکھا پھر فرمایا

'' انی الاجد نور اللہ من ھذ االعبین ''

بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں۔

اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور

فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے

(تذکرہ علماء ہند، (مترجم) صفحہ ۱۱۱)

عرب وعجم میں آپ کے معلوم خلفاء کی تعداد ۸۰ ہے اور یہ سب کے سب علم وفضل کے بلند مناصب پر فائز ہیں اس طرح آپ پر شیخ المشائخ کا لقب صادق آتا ہے

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو رگ رگ میں بسی ہوئی تھی فرماتے ہیں

''بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''

(الملفوظ، صفحہ ۴۱۱)

دیگر علمی خدمات کے ساتھ عبادات اور اوارد و وظائف کے لیے بھی وقت

نکالتے ،نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرتے اور ساتھ عمامہ کا اہتمام بھی فرماتے ،نماز میں سنن ومستحبات تک کا خیال رکھتے ایک دفعہ عصر کی نماز میں تشہد کے بعد آپ کے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا باوجود اس کے کہ نماز ہوچکی تھی اعادہ کی ضرورت نہ تھی مگر آپ نے پھر بھی احتیاط نماز کا اعادہ کیا یہ واقع جب عراق کے بزرگ پیر عبدالحمید بغدادی نے سنا تو ساری رات آہ وزاری کرتے رہے کہ یارب تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت ،صفحہ ۹۸)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کرتے دن بھر میں آپ کی خوراک بہت معمولی تھی خوف خدا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کسی نے ایک خط میں دیگر القابات کے ساتھ حافظ بھی لکھ دیا جسے دیکھ کر آپ آبدیدہ ہو گئے خوف خدا سے دل کانپ اٹھا فرمایا ''میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے بارے میں قرآن عظیم فرماتا ہے

یحبون ان یحمد وابمالم یفعلوا

وہ اسے پسند کرتے ہیں کی ان کی ایسی خوبیاں بیان کی جائیں جو ان میں نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے حفظ کرنے کا ارادہ پختہ کرلیا اور یکم رمضان المبارک سے حفظ شروع کیا اور 30 رمضان المبارک کو بمع دور قرآن شریف مکمل حفظ کرلیا۔

(اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت ،صفحہ ۱۳۰)

امام احمد رضا خان کا سادات کا ادب واحترام اور محبت بڑی مشہور ہے جبکہ علماء ومشائخ اہلسنت سے بھی بڑی محبت کرتے اکابر علماء سے علمی اختلاف بھی کرتے تو ادب کا دامن نہ چھوڑتے چنانچہ محقق علی الاطلاق علامہ شامی پر ایک جگہ نقد کرنے سے پہلے

فرماتے ہیں

'' رحم اللہ المحقق ورحمنا بہ ''

اللہ تعالیٰ محقق علامہ شامی پر رحم فرمائے اوران کے توسط سے ہم پر بھی

جبکہ دوسرے مقام پر ایک مسئلہ کے متعلق علامہ شامی نے فرمایا

'' لم یظھر لی ''

اس مسئلہ کا حل مجھ پر منکشف نہ ہوا

تواس پر حاشیہ لکھتے ہوئے امام احمد رضا خان فرماتے ہیں

'' ظھر لنا ببرکۃ خدمۃ کلماتکم ''

اورہمیں آپ حضرات کی کلمات کی خدمت کی برکت سے اس مسئلہ کا حل سمجھ آ گیا

(امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جدالممتار کے آئینے میں، صفحہ ۳۹)

امام احمد رضا خان نے پچاس سے زائد علوم وفنون پر کم وبیش ایک ہزار کتب و رسائل اورحواشی وتعلیقات یادگار چھوڑے ہیں آپ کی بہت سی کتب مختلف حوادث کی بناء پر ضائع ہوگئیں جبکہ معلوم کتب کی تعداد سات سو پچاس سے متجاوز ہے جن میں سے اکثر مطبوعہ ہیں جن میں تین کتب کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔

1۔ کنزالایمان :

امام احمد رضا خان نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اوراس کا حق ادا کردیا اس میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو ایک ترجمہ میں ہونی چاہیں اس کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے لگایئے کہ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں اور اب تک کڑوڑوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے دعوت اسلامی نے خوبصورت اور دیدہ زیب ایڈیشن شائع کر کے اس کا حق ادا کردیا ہے کہتے ہیں گواہی وہ جو دشمن دے کنزالایمان پر ہم یہاں غیر مقلد علامہ سیعد بن عزیز یوسف زئی کا اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے

کنزالایمان پر مبنی برحق اورغیر جانبدارانہ تبصرہ کیا ہے فرماتے ہیں

''یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آئتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت،علوت،تقدس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی اسی طرح وہ آئتیں جن کا تعلق محبوب خدا،شفیع روز جزاء، سیدالاولین والاخرین،امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب ماینطق عن الھوی اور ورفعنا لک ذکرک کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے ''

(معارف رضا،شمارہ ۳، ۰۴ ۱۴ھ/ ۱۹۸۳ء،صفحہ ۹۳)

2۔ فتاوی رضویہ :

امام احمد رضا خان کے قلم سے نکلے ہوئے فتاوی کا مجموعہ موسوم بہ

''العطایاالنبویہ فی الفتاوی الرضویہ ''کسی تعارف کا محتاج نہیں،اِس کے دقیق وتحقیقی مباحث کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں قائد اہل سنت امام شاہ احمد نورانی جب فتوی نویسی کی تربیت کے لیے امام النحو مولانا غلام جیلانی میرٹھی کی خدمت میں تھے تو فتاوی رضویہ کی عبارات کو سمجھنے کے لیے کئی بار ان کی خدمت میں جانا پڑا،ایک دن امام النحو نے امام شاہ احمد نورانی کو فرمایا

'' فتاوی رضویہ کو سمجھنے کے لیے تم دوبارہ درس نظامی پڑھو ''

(تذکرہ امام شاہ احمد نورانی،صفحہ ۵۳)

عرب محقق اور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ فرماتے ہیں میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے ان کے پاس فتاوی رضویہ کی ایک جلد موجود تھی میں نے جلدی جلدی ایک فتاوی مطالعہ کیا عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران وششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوی کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔

(معارف رضا، شمارہ ۲۵، ۲۶، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء، صفحہ ۲۲۹)

جبکہ پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد خان فرماتے ہیں

'' فتاوی رضویہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دوسری کتب فقہ کے متون و شروح کی مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی ''

(ایضا، صفحہ ۹۹)

رضا فاؤنڈیشن نے فتاوی رضویہ کی تحقیق، تخریج، عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ کر کے اشاریہ مع فہرست کے ۳۳ ضخیم جلدوں میں شائع کر کے عام قاری کے لیے بھی اس سے استفادہ عام بنا دیا ہے اس کی پوری ٹیم کا نا صرف دنیائے اہل سنت پر احسان ہے بلکہ خصوصی شکریہ اور دعاؤں کی مستحق ہے آج اہل سنت کی کوئی لائبریری نہیں جہاں رضا فاؤنڈیشن کا شائع کردہ ایڈیشن نہ موجود ہو۔

رضا فاؤنڈیشن کا یہ کام ابتدائی نوعیت کا تھا اس لیے بعض کمیوں کا رہ جانا کچھ بعید نہیں تھا کیونکہ امام احمد رضا خان کی تحقیقات عالیہ تا قیامت باقی رہنے والی ہیں اور جب تک یہ دنیا آباد ہے عالم اسلام کے مایہ ناز علمی فرزند آپ کی تحقیقات سے استفادہ کرتے رہیں گئے اس لیے فتاوی رضویہ پر مزید کام کی حاجت ہے ہمارے ایک فاضل دوست محبی ابومحمد عارفین القادری نے اس پر جدید کام کے سلسلہ میں کچھ نکات تحریر کئے ہیں فرماتے ہیں

رضا فاؤنڈیشن کی جانب سے فتاوی رضویہ کا ۳۰ جلدوں کا شاہکار امت مسلمہ کے لیے بیش قیمت تحفہ ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے مگر فتاوی رضویہ پر کام یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ فقیر نے بہت سی جگہ تشنگی محسوس کی ہے جس میں سے تین اہم چیزوں کی نشاندہی پیش خدمت ہے

۱۔ حوالہ کی کماحقہ تخریج یہ ہے کہ مصنف جس کتاب کا حوالہ دے مخرج اسی کتاب سے تخریج لے کر آئے یہ نہ ہو کہ مثلا مصنف دارقطنی کے حوالے سے کوئی روایت بیان کرے اور آپ نیچے شرح صدور کا حوالہ دے کر آگے بڑھ جائیں، رضا فاؤنڈیشن میں کثیر مقامات پر تخریج کے کمال کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔

۲۔ مصنف جن الفاظ سے حدیث یا فقہی مسئلہ بیان کرے اگر محولہ کتب میں وہ الفاظ نہ ہوں یا بالفاظ متقاربہ ہوں تو حاشیہ میں مناسب تعلیق رقم بند کر دی جائے تا کہ مصنف کی طرف کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

۳۔ کتابت کی غلطی دور کی جائے خصوصا قدیم وجدید فتاوی میں جو الفاظ غلط پرنٹ ہو رہے ہیں ان کی فوری تصیح کی ضرورت ہے جیسے فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر کسی کتاب کا حوالہ موجود ہے ہماری تحقیق کے مطابق اس کتاب کا دنیا میں وجود نہیں ہمارا حسن ظن ہے کہ وہ پرنٹ کی غلطی ہے۔

جبکہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں

فتاوی رضویہ کی عبارات کے ترجمے اور حوالوں کی تفصیلات کے علاوہ جن کتب و رسائل اور اماکن و رجال کا فتاوی رضویہ میں ذکر کیا گیا ہے ان کے متعلق علمی، سوانحی، تاریخی، جغرافیائی تفصیلات بھی فراہم کی جائیں اور فتاوی کے ماحول، تاریخی وسیاسی اور معاشی ومعاشرتی پس منظر کا بھی جائزہ لیا جائے۔

(سرتاج الفقہاء، صفحہ ۴)

مذکورہ بالا کام کے علاوہ تین امور کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے

۱۔ فتاوی رضویہ کی ہر جلد میں موجود مستفتی علماء کے سوانحی حالات اور ان کے علمی کام کو اضح کیا جائے تا کہ قاری پر سائل اور فاضل بریلوی کا علمی مقام واضح ہو۔

۲۔ عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ پر نظر ثانی کر کے اسے مزید سلیس کیا جائے کئی افراد کو شکوہ ہے کہ ترجمہ فتاوی کے شایان شان نہیں ہوا اگر چہ علماء اس سے مستغنی ہیں لیکن جب کام کرنا ہی ہے تو پھر کوئی کمی

نہیں رہنی چاہیے۔

۳۔ تعریب، فتاوی رضویہ کو عربی زبان میں منتقل کرنا انتہائی ضروری اور عصر حاضر کا تقاضہ ہے کیا ہمارے لیے مقام افسوس نہیں کہ مکمل ایک صدی گز جانے کے باوجود بھی پوری دنیا اہل سنت اس کا عربی ایڈیشن شائع نہیں کر سکی، عالم عرب کو امام احمد رضا خان کے علمی مقام سے صیح معنوں میں آ گاہ کرنے اور بد مذہبوں کی طرف سے فاضل بریلوی کے متعلق پھیلائے گئے جھوٹ و پر پگنڈہ کا خاتمہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک آپ ان کے ہاتھوں میں فتاوی رضویہ اور اعلی حضرت کی دیگر تصانیف نہیں تھما دیتے۔

تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خان الازہری نے جلد اول کی تعریب کر دی تھی اور دیگر کئی افراد سے فتاوی رضویہ کے کئی رسائل عربی میں منتقل ہو کر عرب سے شائع ہو چکے ہیں اس طرح مجموعی طور پر تین سے چار جلدیں تو پہلے ہی تیار ہیں

شائید فتاوی رضویہ کا عربی ایڈیشن نکالنے کے لیے ہمارا ذہن اس لیے تیار نہیں ہوتا کہ یہاں اس کی حاجت نہیں اور خریدے گا کون؟

سب سے پہلے تو فتاوی رضویہ کو عربی میں منتقل کرنا ہماری ذمہ داری ہے اشاعت کا مرحلہ اس کے بعد ہے پاکستان یا ہندوستان سے عربی ایڈیشن نکالنا دانش مندی نہیں

بلکہ اس کے لیے عرب میں رابطہ کیا جائے، امام احمد رضا خان کی شخصیت اب عرب میں محتاج تعارف نہیں آپ کی کئی کتب وہاں سے شائع ہو رہی ہیں ابھی حال ہی میں آپ کی تصنیف " انوار المنان فی توحید القرآن " دار الکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہوئی ہے وہاں کے کئی ادارے فقہ اسلامی کے اس عظیم انسائیکلو پیڈیا فتاوی رضویہ کو شائع کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گئے مگر اس سے پہلے اس کی تعریب شرط ہے جو ہمیں یہاں ہی کرنی پڑے گی، پاک و ہند کے اندر ایسے کئی ادارے موجود ہیں جہاں باصلاحیت فضلاء کی کمی نہیں وہ بآسانی یہ کام کر سکتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے۔

3۔ حدائق بخشش :

امام احمد رضا خان کی لکھی ہوئی نعتوں پر مشتمل حدائق بخشش امت مسلمہ کے لیے عظیم تحفہ ہے جس سے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک اپنے قلوب و اذہان کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منور کرتے رہیں گئے۔

امام احمد رضا خان سچے عاشق رسول تھے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے آپ کی سیرت میں ہر جگہ ملتے ہیں جلوت ہو یا خلوت، قرآن مجید کا ترجمہ ہو یا فقہ اسلامی کا شاہکار فتاوی رضویہ دیگر تصانیف ہوں یا نعتیہ دیوان حدائق بخشش ہر طرف اپنے محبوب آقا کی نعت بیان کرتے نظر آتے ہیں آپ نے جب اپنے عشق اور قلبی کیفیات کو بیان کرنا چاہا تو نعت کا سہارا لیا حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و عظمت میں بہت سی نعتیں لکھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کرتے کرتے دیکھا کہ زندگی ختم ہونے والی ہے مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا احاطہ تو دور کی بات ایک وصف بھی کما حقہ بیان نہیں ہو سکا تو فرمایا

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

امام احمد رضا خان نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو وصال فرمایا ،جس وقت آپ کی روح نے پرواز کی اس وقت مؤذن حی علی الفلاح کہہ رہا تھا۔

(حیات اعلی حضرت ،صفحہ ۷۵۲)

مزار مبارک بریلی شریف ہند میں مرجع خاص وعام ہے

آخر میں عرض کرنا چاہوں گا سیدی ومرشدی امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان کی شخصیت وتعلیمات کو عام کرنے لیے جن افراد نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں

انہیں چاہیے کہ دیگر علمائے اہل سنت کی خدمات کو بھی اجاگر کریں ،یقین کریں امام اہل سنت کی شخصیت علمی لحاظ سے اس قدر بلند ہے کہ اگر شرق تا غرب موجود اہل علم کی خدمات کو منظر عام پر لے کر آئیں تو بھی آپ کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا بلکہ ستاروں میں چاند کی طرح نظر آئیں گئے۔

☆☆☆☆

الحمد اللہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ ۱۸ مئی ۲۰۲۰ کو یہ مقالہ مکمل ہوا۔

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

ماخذ ومراجع


۱۔ بریلوی ،امام احمد رضا خان ،فتاوی رضویہ ،لاہور ،پاکستان ،رضا فاؤنڈیشن

۲۔ بریلوی ،امام احمد رضا خان ،جدالممتار ،کراچی ،پاکستان ،مکتبۃ المدینہ

۳۔ بریلوی ،امام احمد رضا خان ،الدولۃ المکیۃ ،لاہور ،پاکستان ،رضا فاؤنڈیشن

۴۔ بریلوی ،امام احمد رضا خان ،تمہید الایمان ،کراچی ،پاکستان ،مکتبۃ المدینہ

۵۔ بریلوی ،امام احمد رضا خان ،مقال عرفا ،کراچی ،پاکستان ،مکتبۃ المدینہ

٦۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، السنیۃ الانیقہ، لاہور، پاکستان، شبیر برادرز
۷۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، مکتوبات، لاہور، پاکستان، مکتبہ نبویہ
۸۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، احکام شریعت، لاہور، پاکستان، نظامیہ کتاب گھر
۹۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، اظہار الحق الجلی، کراچی پاکستان، مکتبۃ المدینہ
۱۰۔ بہاری، ملک العلماء علامہ ظفر الدین، حیات اعلیٰ حضرت، لاہور، پاکستان، اکبر بک سلیرز
۱۱۔ بریلوی، مفتی اعظم علامہ مصطفےٰ رضا خان، الملفوظ، کراچی، پاکستان، مکتبۃ المدینہ
۱۲۔ سانیال، ڈاکٹر اوشا سانیال، عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، لاہور، پاکستان، کتاب محل
۱۳۔ قادری، محمد رضاء الحسن، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، لاہور، پاکستان، اکبر بک سیلرز
۱۴۔ قصوری، مفتی محمد یسین، تذکرہ امام شاہ احمد نورانی، لاہور، پاکستان، قادری رضوی کتب خانہ
۱۵۔ مالک، امام مالک بن انس، الموطا، کراچی، پاکستان، البشری
۱٦۔ مجددی، ڈاکٹر مسعود احمد، سرتاج الفقہاء، کراچی، پاکستان، ادارہ مسعودیہ
۱۷۔ مصباحی، علامہ محمد احمد اعظمی، امام احمد رضا خان کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں، لاہور، پاکستان، رضا دار الاشاعت
۱۸۔ مولوی، رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، کراچی، پاکستان، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
۱۹۔ نیازی، مولانا کوثر، امام احمد رضا خان ایک ہمہ جہت شخصیت، لاہور، پاکستان، والضحیٰ پبلی کیشنز
۲۰۔ نعیمی، علامہ غلام معین الدین، حیات صدر الافاضل، لاہور،

پاکستان، فرید بک سٹال

۲۱۔ندوی، مولوی عبدالحی لکھنوی، نزھۃ الخواطر، بیروت، لبنان، دار ابن حزم

مجلّات ورسائل

۱۔ماہنامہ معارف رضا، جلد ۲۵، شمارہ ۳، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۲۔معارف رضا، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۳۔ ماہنامہ جہان رضا، جلد ۲۳، شمارہ ۱۲۳، ۱۲۴، ربیع الآخر، جمادی الاول ۱۴۳۷ھ/مارچ، فروری ۲۰۱۶ء

☆☆☆

# تاریخی خط

شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن مرحوم (مرتب! العباب الزاخر، مترجم! رسالہ قشیریہ، اللمع، التعرف، لمعات، ابریز، بلوغ الارب) کا تاریخی خط بنام محمد کاشف رضاؔ۔

●

ڈاکٹر پیر محمد حسن
ایف/۸۰۶ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
۱۳ دسمبر ۹۶ء

جناب کاشف صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا، خط کے طور بتلا رہے ہیں کسی صاحب نے آپ کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ خدا انہیں راہ راست دکھائے اور نور ایمان سے سرفراز کرے۔

میں درازی عمر اور بیماری کے باعث لکھ نہیں سکتا۔ آپ نے تین دیوبندیوں کی تین عبارتیں نقل کی ہیں اور ان پر میری رائے معلوم کرنا چاہی ہے۔ علماء اہلسنت کی ٹھوس آراء کے ہوتے ہوئے اور کوئی رائے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ علماء اہلسنت نے واضح دلائل کے ساتھ ایسی عبارات کو کفر اور قائل کو کافر قرار دیا ہے اور علماء حجاز نے اس کی تصدیق کی ہے۔

میرے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔
اگر لکھ سکتا ہوتا تو ضرور لکھتا
عمر اور بیماری لکھنے نہیں دیتی۔

والسلام
محمد حسن

# وضاحت

چند شر پسند عناصر نے مشہور کر رکھا ہے کہ برادرم جناب محمد کاشف رضا (چیف ایڈیٹر: ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور) نے رئیس التحریر علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری رحمہ اللہ کے ''قلمی مسودات'' دبا رکھے ہیں۔ برادرم کاشف رضا نے کمینگی کی انتہاؤں کو چھونے والے ان حاسدین کے بے بنیاد الزام پہ صبر کئے رکھا۔ مگر کم ظرف اور بُزدل لوگ اپنی حرکتِ بد سے باز نہ آئے۔ اہلِ محبت کو بدگمانی سے بچانے کے لئے علامہ اختر شاہ جہانپوری رحمہ اللہ کے جانشین و لائق فرزند محترم غلام مصطفیٰ خاں مسعودی زید مجدہ نے چند سطریں مرکزی مجلس امام اعظم کے لیٹر پہ لکھ کر وضاحت فرمادی۔ تاکہ ایسے ''فتنہ پرور'' اور تنگ نظر حضرات کا محاسبہ کیا جاسکے۔ جناب صاحبزادہ کی وضاحت ملاحظہ کریں۔ (نعمان ارشد: جوائنٹ ایڈیٹر ''جہانِ رضا'')

●

مرکزی مجلس امامِ اعظم لاہور (رجسٹرڈ)

بانی و سرپرست:۔ مترجم کُتب احادیث علامہ عبدالحکیم خاں (اختر شاہجہان پوری مظہری)

تاریخ 08-03-2019، میں غلام مصطفیٰ خاں مسعودی ابنِ علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہان پوری مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بیان کرتا ہوں کہ برادرم محمد کاشف رضا بچپن سے میرے والد گرامی کے شاگرد ارجمند اور خدمت گار رہے ہیں اکثر مقامات پر علمی معاونت فرماتے رہے ہیں۔ کاشف رضا صاحب، قبلہ والد گرامی کی اشاعتِ کتب کے سلسلہ میں مددگار رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ رہیں گے۔ تحریر لکھ دی ہے تاکہ سند رہے۔

جو لوگ افواہیں پھیلاتے ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہے۔

فقط والسلام

غلام مصطفیٰ خاں جانشین علامہ عبدالحکیم خاں اختر
ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امام اعظم لاہور کینٹ

# کتب مینار

تبصرہ نگار: پروفیسر شبیر احمد قادری

ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور سے برادر بزرگ محترم المقام پروفیسر بشیر احمد قادری صاحب کی عطا،

موضوع: امام احمد رضا نمبر، امام احمد رضا کا 102 ویں عرس مبارک پر تاریخی یادگار اشاعت،

مدیر اعلی: محمد کاشف رضا

اداریے میں مدیر اعلی لکھتے ہیں:

"برصغیر کی تہذیب علمی کا مطالعہ اور افکار سے آگہی رکھنے والے جانتے ہیں کہ دور آخر میں اس صنم کدہ ظلمت میں امام احمد رضا نے نور ایمان سے دل و نگاہ کو منور کیا، فکر و احساس میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے رگ جاں تک کو مہکا دیا"

(ص6)،

مندرجات و مشتملات:

حیات:

مولانا شاہ احمد رضا خان (ڈاکٹر محمد حسن امام)،

اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز بحیثیت ایک عاشق رسول صل اللہ علیہ وسلم (ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی)،

اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (پروفیسر ڈاکٹر خلیل الرحمن)،

خدمات:

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن:

کنزالایمان کی تاریخی حیثیت کا جائزہ، (ڈاکٹر محمد اعجاز انجم)،
کنزالایمان اور اس کا اسلوب (محمد شمشاد حسین رضوی)،
کنزالایمان کا ادبی ولسانی جائزہ (ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)،
"کنزالیمان" پر اعتراضات کا علمی جائزہ، (صاحبزادہ ابالحسن واحد رضوی)،
کنزالایمان کے علمی امتیازات فکر واستدلال کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ، (مولانا صدر الوری قادری)،

«امام احمد رضا اور علم حدیث:

امام احمد رضا بریلوی کا محدثانہ مقام، (پروفیسر کنور سلطان احمد)،
تحریک فتنہ انکار حدیث کے سد باب میں حامی سنت الشیخ احمد رضا خاں محدث حنفی کا کردار، (پروفیسر دلاور خان)،
امام احمد رضا بریلوی کے حدیثی حواشی کا تحقیقی جائزہ (محمد عرفان محی الدین قادری ربانی)
امام احمد رضا اور فن تطبیق روایت حدیث، (علامہ محمد حنیف رضوی)،

«۔امام احمد رضا ماہر علوم جدیدہ وقدیمہ:

اسلامک بینک کا موجد امام احمد رضا (پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری)،
حضرت احمد رضا خان بریلوی کا امریکی سائنسدانوں کو چیلنج، (ڈاکٹر حشمت جاہ)،
جدید سائنس کے غیر اسلامی نظریات اور مولانا احمد رضا کے ذریعے ان کا رد بلیغ (ڈاکٹر رضاالرحمن عاکف سنبھلی)،
رسالہ در علم لوگارتھم کے چند حواشی، (پروفیسر محمد ابرار حسین)،
امام احمد رضا خاں ایک موسوعاتی سائنس دان (پروفیسر جمیل قلندر)،
امام احمد رضا اور شعروادب:

حدائق بخشش میں رضا بریلوی کی ایک فارسی نعت (سائرہ صدیقی)،
کلام رضا اور علوم ریاضی (ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)،
امام احمد رضا کی نعت گوئی میں حسن طلب کا انداز، (پروفیسر خیال آفاقی)،
حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی، (ڈاکٹر صابر سنبھلی)،
امام احمد رضا کی اردو نعت گوئی، (ڈاکٹر ریاض مجید)،
« امام احمد رضا اور سیاسیات:
جدوجہد آزادی اور تحریک پاکستان میں مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار، (پروفیسر ڈاکٹر وسیم الدین)،
اعلیٰ حضرت کی ملی خدمات، (سید نور احمد قادری)،
آزادی کی منزل اور امام احمد رضا، (علامہ محمد جلال الدین قادری)،
تحریک انسداد گاؤکشی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، (زین الدین ڈیروی)،
« امام احمد رضا اور تعلیمی نظریات:
مقاصد تعلیم امام احمد رضا کی نظر میں، (سلیم اللہ جندران)،
« امام احمد رضا تصوف، اصلاح معاشرہ اور وصایا:
تصوف کا مفہوم اور امام احمد رضا، (فوزیہ عندلیب)،
اصلاح معاشرہ میں امام احمد رضا کی سعی، (ڈاکٹر سراج احمد بستوی)،
دور جدید میں تبلیغ دین کے لیے مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی دس وصیتیں، (ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ)، (حامد علی علیمی)،
جلد نمبر:28،
شمارہ نمبر:9،

بابت: اکتوبر 2020ء، صفر المظفر 1442ھ،

صفحات: 368،

قیمت: 600 روپے،

زیر اہتمام: مرکزی مجلس رضا، لاہور،

الحقائق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور،

محترم محمد کاشف رضا صاحب آپ کو اس اشاعت خاص پر دلی مبارک،

محترم پروفیسر بشیر احمد قادری صاحب آپ کا بہ دل وجان شکریہ۔

☆☆☆

تسہیل وتذہیب: محمد کاشف رضا

الحقائق پبلی کیشنز

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

0333-7861895 - 0300-1090045

## پروفیسر سید شبیر حسین زاہد (ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات، ایم اے تاریخ شعبہ اسلامیات گورنمنٹ گرونانک ڈگری کالج ننکانہ صاحب، (مدیر اعلیٰ حُسن نظر) کا مکتوب گرامی

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

جناب نے ''جہانِ رضا'' کا فروری ۲۰۲۱ء کا شمارہ پیش کیا جس میں عدیل بٹ صاحب آف ننکانہ کے حوالے سے / جناب یونس ایمرے کے کلام کے اردو ترجمہ کے حوالہ سے گفتگو تھی اور مزید باتیں ہوئیں آپ نے ''جہانِ رضا'' کا اعلیٰ حضرتؒ نمبر دان کیا۔ جناب کے پاس سے شاداں وفرحاں اٹھے جناب کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کر رہا ہوں ننکانہ صاحب سے چھپنے والا علمی، ادبی، دینی، تحقیقی اور تنقیدی مجلہ ''حسنِ نظر'' کا شمارہ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء کا ایک نسخہ۔ امید ہے کہ جناب کو پسند آئے گا۔

موجودہ مجلہ ''جہانِ رضا'' میں محمد فرقان صاحب کا مضمون ''تحفظ ناموسِ رسالت پر اہم کتب''، بہت معلوماتی اور حوالہ جاتی ہے ''جہانِ رضا'' اعلیٰ حضرت نمبر تو پورے کا پورا نور علی نور ہے۔ اس پر جناب مبارک باد کے مستحق ہیں مجھے امید ہے کہ ''جہانِ رضا'' کے گزشتہ شمارے بھی اسی طرح کی معلوماتی اور نوع بہ نوع علمی تحریروں سے مزین ہوں گے کیا کچھ سابقہ شمارے مل سکتے ہیں؟

جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ خود بھی ایک ولی کامل تھے اور ان کے تیار کردہ علمی پودے، جن میں سے ایک آپ ہیں، بھی صاحب علم، حامِل قلم وقرطاس اور محقق و

مدقق ہیں۔ حکیم صاحب کے لئے صدقہ جاریہ ہیں انشاء اللہ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

حکیم صاحب کے تمام شاگردانِ ارجمند لالہ و گل ہیں جن کے ذریعے حکیم صاحب ک قِسما قِسم علمی رنگ نمایاں ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو، مجھ کو، تمام اہل ایمان کلمہ گو مسلمانوں کو ہدایت دے، ہدایت پر رکھے اور ہدایت یافتہ اٹھائے۔ (آمین)

☆☆☆
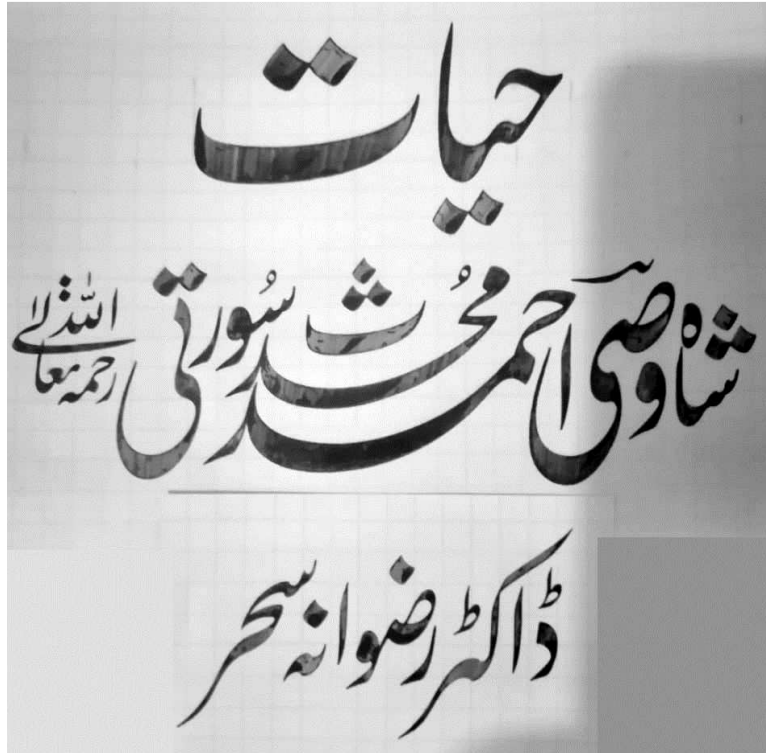
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
0333-7861895 - 0300-1090045

# اعلیٰ حضرت احمد رضا خان اور کنز الایمان، اہل علم کی نظر میں

ڈاکٹر شاکر حسین خان

قسط دوم

پروفیسر محی الدین الوائی (مصری) لکھتے ہیں آپ کی تصانیف مطبوعہ وقلمی عربی فارسی اردو زبانوں میں ایک ہزار سے زیادہ ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں، الزلال النقیٰ عن بحر سفینۃ التقیٰ فی علم التفسیر، حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ تفسیر خازن، حاشیہ تفسیر الدرالمنشور، حاشیہ معالم التنزیل۔ مدارج ربقات الحدیث، حاشیہ بخاری حاشیہ مسلم، حاشیہ ترمذی، الروضۃ البہیج فی آداب التخریج، مالانا احمد رضا کی تصانیف تقریباً پچاس فنون میں ہیں جن فنون پر آپ نے تصانیف کی ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر علم زیجات و جبر ومقابلہ وعلم طبقات الارض ہے۔ مولانا احمد رضا نے انھیں اپنی زندگی میں جن فتاویٰ شرعیہ کو صادر فرمایا انھیں کتابی شکل میں جمع کرلیا گیا ہے تقریباً 11 جلدوں پر مشتمل ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے آنے والی نسلوں کے لیے اپنی تصانیف سے بھرے خزانے چھوڑ کر 1340ھ میں اس دارِفانی سے دارالبقا کی طرف رحلت فرمائی۔15۔

مذکورہ کتب کے بارے میں بعض کا تعارف ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر اوج رقم طراز ہیں آپ نے پتھروں کی ساخت اور پیدائش سے متعلق ایک رسالہ قلم بند کیا جس کا نام المطر السعید علی بنت جنس المعید علم صوتیات پر بھی ایک رسالہ قلم بند کیا جس کا نام البیان شافیا لغونو غراضیا (1326ھ) اس میں آپ نے آواز سے متعلق بحث کی ہے کہ وہ کس طرح بنتی ہے؟ مولانا نے علوم دینیہ کے ہر شعبے میں یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ علاوہ ازیں متقدمین کی کئی تفاسیر پر حاشیے بھی تحریر کئے ہیں۔ اسی طرح 32 سے زائد حاشیے، کتب احادیث پر بھی لکھے ہیں۔ نیز

اسانید حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، تشریح احادیث اور لغت حدیث پر بھی 25 سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں مولانا نے عقائد وکلام پر بھی ایک سو بیس سے زیادہ کتب تصنیف فرمائی ہیں مولانا کا فقہی کارنامہ العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ کے نام سے پاک وہند سے بارہا شائع ہو چکا ہے۔ یہ بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی (1886ء/1304ھ) نے آپ کی فقہی بصیرت اور اجتہادی صلاحیت کے پیش نظر آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال (1938ء/1357ھ) نے مولانا کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار یوں فرمایا ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔۔ میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ مولانا جو ایک دفعہ رائے قائم کر لیتے تھے ان پر مضبوطی سے قائم رہتے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت ہی غور وفکر کے بعد کرتے تھے۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی نے پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے مولانا کی فقاہت پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کی ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں پانچ مختلف زبانوں (یعنی فارسی، عربی، اردو، ہندی، اور انگلش) میں فتویٰ لکھے گئے ہیں۔ دوسری انفرادیت یہ ہے کہ اس میں سوالوں کے جوابات کئی طرح سے دیئے گئے ہیں۔ یعنی عربی نظم، عربی نثر، فارسی نظم، فارسی نثر، اردو نظم، اردو نثر اور انگریزی۔ مطلب یہ کہ جس زبان میں اور جس صنف میں سوال آتا اسی زبان میں اور اسی صنف میں اس کا جواب دیا جاتا۔ فتاویٰ رضویہ، مختلف زبانوں میں آپ کے قادر الکلام ہونے کی دلیل ہے۔ مولانا نے علم توقیف، ہیئت، نجوم، تکسیر اور جفر پر بھی سو سے زیادہ رسائل تحریر کئے ہیں۔ 16۔

ڈاکٹر محمد شکیل اوج، اپنے مقالہ عنواناتِ اعلیٰ حضرت میں رقم طراز ہیں کتب اعلیٰ حضرت کے عنوانات کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں صوتی حسن پایا جاتا ہے۔

صوتی حسن سے مراد ایسی نغمگی اور ترنم ہے کہ جس کا احساس ناظر و سامع کے قلب و ذہن پر وارد ہو۔ چناں چہ جو دلکشی اور روانی اعلیٰ حضرت کے ہاں پائی جاتی ہے وہ بہت کم مصنفین کے حصے میں آئی ہے ان کی تقریباً تمام ہی کتابوں کے عنوان حسن صوتیت کا آئینہ دار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ ان کی کسی کتاب کا عنوان پڑھیں تو محسوس یہ ہوگا کہ آپ کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ شعر چوں کہ ظاہراً لفظوں کے خوب صورت تناصب کا نام ہے اور باطناً معنی ابلاغ کا۔ بایں وجہ شعر سن کر یا پڑھ کر جو حالت دل کی ہوتی ہے وہ لفظوں میں کماحقہٗ بیان نہیں ہوسکتی،۔"17۔

ترجمہ قرآن، کنزالایمان:

مولانا امجد علی اعظمی، مصنف بہارِ شریعت، جن کی مساعی جمیلہ سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کنزالایمان شروع ہوا اور پائے تکمیل کو پہنچا جن پر مولانا احمد رضا خان بریلوی حد درجہ اعتماد کرتے تھے۔18۔

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں مولانا کا ایک اور علمی شاہکار ان کا ترجمہ قرآن (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن) ہے۔ یہ دراصل ان کے تلمیذ خاص مولانا امجد علیؒ (1949ء/1367ھ) کا رہین منت ہے جو ان کے بے حد اصرار پر کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ لکھا نہیں گیا بلکہ بولا گیا ہے۔ یعنی مولانا ترجمہ بولتے جاتے تھے اور مولانا امجد علی لکھتے جاتے تھے۔ بایں پہلو یہ ترجمہ دیگر اردو تراجم میں منفرد ہے۔19۔

عبدالمبین نعمانی، رقم طراز ہیں مولانا محمد امجد علی اعظمی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ سے ترجمہ قرآن کی گزارش کی، اور قوم کو اس کی جس قدر ضرورت ہے، اسے ظاہر کرتے ہوئے اس کے لیے اصرار کیا، اعلیٰ حضرت نے وعدہ تو کرلیا لیکن کثرتِ مشاغل کے باعظ تاخیر ہوتی گئی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا، ترجمہ کے لیے مستقل قوت نکالنا مشکل ہے اس لیے آپ رات کو سونے کے وقت یا

دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں تو املا کرادوں، چناں چہ حضرت صدرالشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا، حضرت ترجمہ شروع ہوجائے، چناں چہ اسی وقت ترجمہ شروع کرادیا، ترجمہ کا طریقہ ابتداء یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفسیر سے مطابقت ہوتی اور لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ و تیاری ک ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے مطابق کیسے ہوجاتا ہے، یقیناً یہ اللہ کا بڑا فضل واحسان ہے اعلیٰ حضرت پر اس کام میں جب دیر لگنے لگی تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کو بعد میں آپ لوگ تفاسیر سے ملالیا کریں، چناں چہ حضرت صدرالشریعہ اس کام میں لگ گئے پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے، جس کی وجہ سے اکثر بارہ بجے کبھی کبھی دو بجے رات گئے اپنی رہائش گاہ پر واپس ہوتے، غرض اس طرح حضرت صدرالشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کرالیا۔20۔

یہ عظیم الشان اور اہم کام، دن یا رات کے قلیل عرصے میں 1330ھ و 1331ھ کے درمانی چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ کنزالایمان کا جو مخطوطہ (قلمی نسخہ) مولانا احمد جمال اعظمی مصباحی شیخ التجوید جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی معرفت نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس کے شروع اور درمیان سے بعض اوراق غائب ہیں، شروع صفحہ سات سورہ البقرہ رکوع نمبر 1 سے ہے اس کے پہلے کے صفحات دستیاب نہیں، یہ مخطوظ خاص صدرالشریعہؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ترجمے کے کل صفحات 325 ہیں اور سائز پیش تیس آٹھ انچ ہے جابجا حاشیہ پر تاریخ بھی درج ہے۔21۔

عبدالمبین نعمانی، رقم طراز ہیں حضرت صدرالشریعہؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل وہی مسودہ معلوم ہوتا ہے جسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے املا کرایا، کیوں کہ متعدد

مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ لکھا ہوا ہے پھر اس کو قلم زد کر کے آگے دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس پر غور فرمایا تے پھر ضرورت حسوس ہوتی تو قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے پھر آگے کی آیت کا ترجمہ ہوتا۔ ہاں بعض مقامات وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر نشان لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے۔ لیکن ایسے مقامات نسبۃً کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی کے وقت ہوا ہوگا۔ بعض آیات کے ترجمے دو دو ہیں میں نے ایسے مکرر تراجم کو رضوی کتاب گھر بھینڈی سے شائع ہونے والے نسخہ کنزالایمان کے حاشیہ پر مکرر لکھ کر حاشیہ میں شامل کر دیا ہے۔ جب کہ سابقہ مطبوعہ میں صرف ایک جگہ ترجمہ قوسین میں اصل ترجمہ کے ساتھ ہی درج ہے اور وہ آیت ہے" الحق من ربک (البقرہ (2) 147)۔22۔

عبدالمبین نعمانی، رقم طراز ہیں اب ذیل میں بعض وہ مقامات پیش کئے جاتے ہیں جہاں پہلے ترجمہ کچھ تھا بعد میں تبدیل کر کے دوسرا لکھا گیا تا کہ اس سے امام احمد رضا کے فکری ارتقاء کا اندازہ لگایا جا سکے۔

| سورہ آیت | ترجمہ اول (غیر مطبوعہ و قلم زدہ) | ترجمہ ثانی مطبوعہ |
|---|---|---|
| آل عمران 43(3) | اے میرے اپنے رب کے لیے سجدہ کر اور اس کے حضور ادب سے کھڑی ہو۔ | اے میرے اپنے رب کے (حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لیے سجدہ کر) |
| آل عمران 44(3) | جب وہ قلمیں ڈالتے تھے | جب وہ اپنی (قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے) |
| النساء 74(4) | تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں ان سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لیتے ہیں | انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں۔ |

| | | |
|---|---|---|
| النساء 83(4) | جان لیتے یہ جو بات کھول کر نکال لیتے ہیں | جان لیتے یہ بات (میں کاوش کرتے ہیں) |
| النساء 155(4) | تو یقین نہیں لاتے (رکھتے) مگر تھوڑا | تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے |
| المائدہ 31(5) | اور اپنی کی طرف پلٹ نہ جاؤ کہ زیاں کی طرف پلٹو گے | اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان ان پر پلٹو گے۔ |
| انعام 146(6) | یا وہ بے حکمی کا جانور، جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا | یا وہ بے حکمی کا جانور (جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا) |
| انعام 27(6) | اے ایمان والو اللہ و رسول سے خیانت نہ کرو | اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو |
| انعام 27(6) | اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جان کر | اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت |
| انعام 27(6) | تو اللہ ان کے کاموں سے خبر دار ہے | تو اللہ ان کے (کام دیکھ رہا ہے) |
| توبہ 1(9) | بیزاری ہے اللہ اور رسول کی | بیزاری کا حکم سناتا ہے اللہ اور رسول کی طرف |
| ابراہیم 12(14) | اور ہم ضرور صبر کریں گے تمھاری ایذا پر | اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے |
| نمل 44(27) | اس محل میں داخل ہو | اس سے کہا گیا صحن میں آ |

| ان کے پاس ہیں جوشوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی بڑی آنکھ والیاں | ان کے پاس میں نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں | صفت 48(37) |
| --- | --- | --- |

سورۃ الشّمس میں: وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاہَا۔23؎ کا ترجمہ صرف اس قدر ہے اورنقصان پایا آگے جگہ چھوٹی ہوئی ہے شاید بعد میں لکھنا تھا کسی وجہ سے نشست بدل گئی اور یہ ناقص رہ گیا۔مراد آباد سے حضرت صدرالافاضل (نعیم الدین مرادآبادی) نے جونسخہ مع تفسیر طبع کرایا اس میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے اورنامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔24؎

ڈاکٹر اوج لکھتے ہیں مولانا بالعموم اپنی کتابوں کے نام تاریخی رکھا کرتے تھے۔ چناں چہ ترجمہ قرآن مجید کا نام بھی تاریخی رکھا یعنی کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اس نام کے عدد 1330 بنتے ہیں اور یہی اس کا سال تحریر ہے۔سن عیسوی میں 1911ء بنتا ہے۔25؎ اقبال احمد رضوی لکتے ہیں" آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ بہت مختصر وقت میں فرمایا مگر اپنی شان میں دنیا کے تمام ترجموں سے حقائق ومعرفت میں بےمثل ہے اور کمال یہ ہے کہ بامحاورہ صحیح اور بغیر تاویلات کے ایسا جامع ترجمہ فرمایا ہے کہ بڑے بڑے علماء مدح گو ہیں بلکہ اشرف علی صاحب پکار اٹھے کہ قرآن کی معرفت اگر اس زمانے میں کسی کو حاصل ہے تو وہ احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔26؎

(جاری ہے)

# مرزا غالب کی فارسی نعت گوئی

طفیل احمد مصباحی

قسط دوم

دیوانِ غالب فارسی میں موجود دونوں نعتیہ قصیدے بھی اپنے اندر بڑی وسعت و معنویت رکھتے ہیں ۔ غالب نے قصیدے کے اجزائے ترکیبی اور اس کے پُر شکوہ اسلوب کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت اچھوتے انداز میں نعتیہ اشعار پیش کیے ہیں، جن کے لفظ لفظ سے عشق و وفا کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ یہ دو شعر دیکھیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مُطاعِ آدم و عالَم ، وکیلِ مطلق اور دستورِ باری کہا گیا ہے اور پوری کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و کرم اور جود و بخشش کا دریا رواں ہونے کی بات کی گئی ہے۔

مطاعِ آدم و عالم محمدِ عربی
وکیلِ مطلق و دستورِ حضرتِ باری
افاضۂ کرمش در حقائقِ آفاق
بسانِ روح در اعضائے جانور ساری

( دیوان غالب فارسی ، ناشر: دارالسلام، دہلی )

پروفیسر نیر مسعود کے بقول:" غالب کے نعتیہ کلام میں تین قصیدے، ایک غزل اور " مثنوی ابرِ بَہار" کا ایک حصہ قابلِ ذکر ہے ........اصل نعتیہ شعروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب کو کس قسم کی معرفتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ) حاصل تھی اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کے کون پہلو غالب کو زیادہ متوجہ کرتے تھے.........غالب کہتے ہیں کہ آپ سے رابطے کی بدولت جبرئیل کو عزت حاصل ہوئی۔ آپ ایسے عدو کش ہیں کہ آپ کا رقعہ چاک کرنے کی جراحت خسرو پرویز تک پہنچ گئی ۔ آپ کا فیضِ کرم تمام جان

داروں میں روح کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔آپ کی بدولت خدا کی وحدانیت مشاہدۂ عام میں آ گئی اور آپ کے حدوث سے قِدم کا بازار گرم ہوا۔آپ عالمِ بیداری میں حق کا مشاہدہ اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی خواب میں اپنے آپ کو دیکھے.........
کفِ موسیٰ آپ کی آستاں روبی کی اجرت اور دمِ عیسیٰ آپ کی ہواداری کا صلہ ہے۔ جنت آپ کے اسیرِ دام کی ہواخواہ اور حور آپ کے مریضِ عشق کی تیماردار ہے۔آپ کی صورت اور سیرت کا بیان، سخن اور طبیعت کو بالیدہ کرتا ہے۔آپ ہی کی خاطر اللہ خانۂ کعبہ کا کارفرما اور خلیل اللہ اس کے معمار ہوئے"۔

(مجلّہ غالب نامہ، شمارہ: جولائی 1994ء، ص:213-214، ناشر: غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی)

دیوانِ غالب (فارسی) میں ائمۂ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں کئی منقبتیں موجود ہیں۔حضرتِ مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی شان میں منقبت کا آغاز غالب نے نعتیہ اشعار سے کیا ہے، جو زبان و بیان کے حسن اور تخیل کی بلند پروازی کا دلکش نمونہ ہیں۔شہنشاہِ کونین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی کرتے ہوئے غالب کہتے ہیں :

چوں من ز سخن یافتم ایں مرتبہ خواہم
کز عرش فزوں تر نگرم پایۂ آں را
ایں پایہ در آنست سخن را کہ ستایم
ممدوحِ خداوندِ زمیں را و زماں را
آں کز اثرِ گرم روی در شبِ معراج
در بالِ ملک سوخت نشاط طَیَراں را
شاہے کہ پۓ سجدۂ خاکِ کفِ پایش

ارزش نہ بوَد جز سرِ صاحب نظراں را
از بہر ثنا گستریِ تست و گرنہ
اندازۂ گفتار نہ بودے حیَواں را
از بہرِ نثارِ قدمِ تست و گر نہ
ایزد بکفِ خاک ندادے دل و جاں را

(دیوانِ غالب فارسی، ص:129 / 130، ناشر: دارالسلام، دہلی)

یعنی شاعری کی بدولت میں نے بلند مقام حاصل کیا ہے تو اب میں چاہتا ہوں کہ اللہ رب العزت (جو زمین و زماں کا خالق و مالک ہے) کے ممدوح جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کر کے اپنے پایۂ سخن کو عرش کی بلندی تک پہنچا دوں ۔ معراج کی شب آپ کی گرمیِ رفتار نے فرشتوں کے پروں سے پرواز کی قوت سلب کر لی ۔ آپ کی خاکِ پا کے سجدے کے لائق صرف اہلِ نظر کے سر ہیں ۔ انسان وحیوان کو قوتِ گویائی اس لیے ملی ہے کہ وہ حضور کی مدح وثنا کرے ۔ اللہ تعالیٰ نے کفِ خاک کو اس لیے جان و دل سے نوازا ہے کہ وہ اس کے حبیب کے قدموں پر نثار ہو۔

فارسی شاعری میں جان محمد قدسی کی نعتیہ غزل " مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی " کو بے پناہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور اس کی تضمین بڑے بڑے شعرا اور قد آور اساتذہ نے لکھی، جس کا مجموعہ " حدیثِ قدسی " کے نام سے شائع ہو چکا ہے ۔ مرزا غالب نے بھی اس نعتیہ غزل کی تضمین کی ہے، جو فصاحت و بلاغت، سلاست وروانی، جدت وندرت اور حسنِ عقیدت کا ایک دل آویز مرقع ہے ۔ غالب کی یہ نعتیہ تضمین شرعی اور فنی نقطۂ نظر سے ایک کامیاب تضمین ہے، جس میں تضمین نگاری کے اصول وشرائط بدرجۂ اتم موجود ہیں ۔ مطلع یہ ہے:

کیستم تا بخروش آوردم بے ادبی
قدسیاں پیشِ تو در موقفِ طلبی
رفتہ از خویش بدیں زمزمۂ زیر لبی
" مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

غالب نے مطلع میں عجز وانکسار کا لہجہ اختیار کیا ہے، جو صنفِ نعت گوئی کا لازمی عنصر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے دستِ طلب پھیلائے کھڑے ہیں۔ اس مقدس بارگاہ میں جوش وخروش کا مظاہرہ کرنا بے ادبی ہے۔ یہاں نہایت خاموشی کے ساتھ زیر لب نغمہ سنجی ہی بہتر ہے۔

اے کہ روئے تو دہد روشنی ایمانم
کافرم کافر ، اگر مہرِ منیرش خوانم
صورتِ خویش کشید است مصور دائم
" من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ! چہ جمالست بدیں بوالعجبی"

غالب کے خامۂ اعجاز رقم نے اس جگہ غایت درجہ عقیدت کا اظہار کیا ہے اور اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخِ زیبا میرے ایمان کو روشنی فراہم کرتا ہے۔ مہر یعنی سورج آپ کے رخِ پُرنور کا عکس اور پرتو ہے، لہٰذا آپ کو "مہرِ منیر" کہوں تو میں کافر ہوں۔

اے گلِ تازہ کہ زیبِ چمنی آدم را
باعثِ رابطۂ جان و تنی آدم را
کردہ دریوزۂ فیض غنی آدم را

"نسبتِ نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

حسبِ سابق غالب کے یہ تینوں تضمینی مصرعے عشق وعقیدت کے ترجمان ہیں۔" گلِ تازہ" اور" زیبِ چمنِ آدم" کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال کا غالب نے بڑے والہانہ انداز میں خطبہ پڑھا ہے۔ نیز حضور کو آدم علیہ السلام کے جسم وروح کے درمیان رابطے کا سبب گردانا ہے اور آپ کے ابرِ بارانِ فیض سے حضرت آدم کے فیضیاب ہونے کا مبنی بر حقیقت تذکرہ کیا ہے۔

ذیل کے اشعار میں غالب نے نہایت سوز وگداز کے ساتھ اپنے دردِ جگر اور رنج والم کا حال بیان کر کے مسیحائے کائنات علیہ افضل الصلوات سے زخمِ جگر کا مرہم طلب کیا ہے۔

دل زغم مردہ وغم بردہ ز ما صبر و ثبات
غمگساری کن و بنمائے بما راہِ نجات
داد سوزِ جگر ما کہ دہد نیل و فرات
" ما ہمہ تشنہ لبائیم و تو آبِ حیات
رحم فرما کہ حدمی گذرد تشنہ لبی"

غالبِ غم زدہ را نیست دریں غمزگی
جز بامیدِ ولائے تو تمنائے بہی
از تب و تابِ دلِ سوختہ غافل نہ شوی
" سیدی انت حبیبی وطبیبِ قلبی
آمادہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی"

(سبد باغ دودر، مرتبہ: امتیاز علی عرشی، ص:40 / 42، ناشر: انجمن ترقی اردو، کراچی)

(جاری ہے)